رجسٹرڈ ایل نمبر

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا لوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

اِنَّھَا اِحْدَی الْکُبَرِ

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

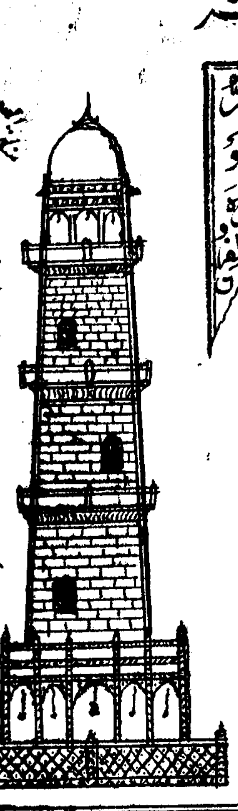
الحکم

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے ... ۲ روپیہ
خواص و معاونین سے ... ۵ روپیہ
ہندوستان سے باہر ... ۶ روپیہ
غیر مذاہب والوں سے ... ۱۲ روپیہ
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والوں سے ... ۱ روپیہ ۱۲ آنہ

چہ گویم با تو گر آئی بجا در قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی



نمبر ۱۹ | دار الامان قادیان مورخہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۴ء | جلد

حضرت اقدس کے ملفوظات میں سے چھوٹے چھوٹے جملے

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی **ریا** آئے؟ اسپر **فرمایا** کہ کبھی چڑیا خانہ گئے ہو میں نے کہا کہ ہاں فرمایا دیکھو وہاں شیر چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں کبھی یہ خیال وہاں جاکر دل میں آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نماز پڑھیں کبھی یہ خیال وہاں جاکر ریاکار سے ریاکار کے دل میں بھی نہیں آسکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی ریا تو ہمجنسوں سے ہوتی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں ان کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوئے ہیں

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ایکدن کی مجھے بات یاد ہے کسی نے ذکر کیا کہ منشی الہی بخش اور اسکا ترجمان منشی عبد الحق کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جاوے اور جو پورا نہ ہووے وہ شیطانی کام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کعبہ معظمہ میں داخل ہو کر اگر خدا تعالے کی قسم دیجاوے تو میں کہوں گا کہ میرے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن جس شخص نے خیالی طور پر دعویٰ کیا ہے وہ ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کبھی وہ شخص جو کامل یقین رکھتا ہے اور وہ جو مشکوک ہے برابر ہو سکتے ہیں؟

مولانا موصوف **تریاق القلوب** جب تالیف ہو رہا تھا اور ابھی ابتدائی اوراق طبع ہو رہے تھے جس مجلس کے یہ نوٹ ہیں اس میں تریاق القلوب کا قصیدہ سنا رہے تھے یہ شعر نہیب حادثہ بنیاد دیں زجا ببرد + اگر زملت ما ظل شاں جدا باشد + پڑھا اور فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے خاص طور پر مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ میرے خلق کی پیروی کرو میں نے عرض کی کہ دعا کرو۔ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر اس نے شراب پی ہوئی ہو تو بھی میں بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا لاؤں گا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑینگے۔ پس اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مومن مومن کبھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے فتح مسیح کو ایک بار ہمنے رسالہ بھیجا اسپر اس نے لکیریں کھینچکر واپس بھیجدیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپنے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کر لیا کہ ہمارا دل دکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو۔ کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اشداء علی الکفار کے یہ معنی بھی ہیں۔

طاعون کا ذکر تھا گذشتہ اموات پر ذکر کرتے کرتے فرمایا۔ دعائیں کرتے رہو بجز اسکے انسان مکر اللہ سے بچ نہیں سکتا۔ مگر دعاؤں کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالے کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔

فرمایا اسوقت دنیا میں خدا تعالے کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ اگرچہ لوگ برائے نام خدا تعالیٰ کے قائل تھے مگر اصل بات یہ ہے کہ ایک قسم کی دہریت پھیل رہی تھی اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ لوگ خدا تعالے کی شناخت کریں۔ خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو توڑنا اس سے بڑھ کر جسارت کیا ہوگی یہ تو اس کا مقابلہ ہے۔

بمقام گورداسپور ۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب کو خطاب کرکے طاعون کے متعلق ذکر فرما رہے تھے۔ اثناء ذکر میں فرمایا۔

بخاری میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے مجھے مومن کی جان لینے میں تردد ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالے مومن کو یکدفعہ نہیں پکڑتا ہے پھر اس کے ساتھ نرمی کرتا ہے پھر پکڑتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے یہ حالت گویا تردد سے مشابہ ہے پہلی کتابوں میں بھی اس قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ خدا پچتایا۔ میرے الہام میں بھی افطر و اصوم اسی رنگ کے الفاظ ہیں۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اسکی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہیں مرے گا۔ میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جسکو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہو جو شناخت کا حق ہے۔

امام اور پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے مامور ہو کر آوے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ ایک جذب کی قوت رکھ دیتا ہے جس کی وجہ سے سعادت مند روحیں خواہ وہ کہیں ہوں اسکی طرف کھچی چلی آتی ہیں جذب کا پیدا ہونا اپنے اختیار میں نہیں ہے بناوٹ سے یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں وہ اس بات کے حریص اور آرزومند نہیں ہوتے کہ لوگ انکی طرف رجوع ہوں اور اسکی تعریفیں کریں۔ بلکہ ان کے دل میں طبعاً مخفی رہنے کی خواہش ہوتی ہے اور وہ دنیا سے الگ رہنے میں راحت سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مامور ہونے لگے تو انھوں نے بھی عذر کیا اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں رہا کرتے تھے وہ بالکل پسند کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ خود انکو باہر نکالتا ہے اور مخلوق کے سامنے لاتا ہے۔ انمیں ایک حیا ہوتی ہے اور ایک انقطاع انمیں پایا جاتا ہے بلکہ وہ انقطاع تعلقات صافی کو چاہتا ہے اس سے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک لذت اور سرور پاتے ہیں۔ لیکن وہی انقطاع اور صفائی قلب اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکو پسندیدہ بنا دیتی ہے اور وہ ان کو اصلاح خلق کے لیے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ جیسے حاکم چاہتا ہے کہ اُسے کارکن آدمی ملجاوے اور جب وہ کسی کارکن کو پالیتا ہے خواہ وہ انکار بھی کرے مگر وہ اسے منتخب کر ہی لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو مامور کرتا ہے وہ ان کے تعلقات صافیہ اور صدق و وفا کی وجہ سے انھیں اس قابل پاتا ہے کہ انھیں اپنی رسالت کا منصب سپرد کرے۔

بالکل سچی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اس قسم کا جبر کیا جاتا ہے وہ کوٹھڑیوں میں بیٹھکر عبادت کرتے ہیں اور اسی میں لذت پاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسیکو ان کے حال پر اطلاع نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ جبراً اُن کو کوٹھڑی سے باہر نکالتا ہے پھر اُن میں ایک جذب رکھتا ہے اور ہزارہا مخلوق طبعاً انکی طرف چلی آتی ہے۔

اگر فریب ہی کا کام ہو تو پھر وہ سرسبز کیوں ہو۔ یہ لوگ گدی نشین آرزو رکھتے ہیں کہ لوگ انکے مرید ہوں اور انکی طرف آویں۔ مگر مامور اس شہرت کے خواہشمند نہیں ہوتے ہاں وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ مخلوق الٰہی اپنے خالق کو پہچانے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے۔ وہ اپنے دل میں بخوبی سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ بھی انکو ہی پسند کرتا ہے کیونکہ جب تک ایسا مخلص نہ ہو کام نہیں کر سکتا ہے۔ ریاکار جو خدا کی جگہ اپنے آپ کو چاہتے ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں اسلیے خدا انکو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ دنیا کے آسایش و آرام کے آرزومند نہیں ہوتے۔

ریاکاری ایک بہت بڑا گند ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ریاکار انسان فرعون سے بھی بڑھ کر شقی اور بدبخت ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کو نہیں چاہتے بلکہ اپنی عزت اور عظمت منوانا چاہتے ہیں۔ لیکن جنکو خدا پسند کرتا ہے وہ طبعاً اس سے متنفر ہوتے ہیں انکی ہمت اور کوشش اسی ایک امر میں صرف ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال ظاہر ہو اور دنیا اس سے واقف ہو وہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ دنیا ان کو نہ پہچان سکے مگر ممکن نہیں ہوتا کہ دنیا انکو چھوڑ سکے کیونکہ وہ دنیا کی فائدہ کے لیے آتے ہیں۔

ان لوگوں کے جو دشمن اور مخالف ہوتے ہیں ان سے بھی ایک فائدہ پہونچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ان کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں اور حقائق و معارف کھلتے ہیں انکی چھیڑ چھاڑ سے عجیب عجیب انوار ظاہر ہوتے ہیں اگر ابوجہل وغیرہ نہ ہوتے تو قرآن شریف کے تیس سیپارے کیونکر ہوتے؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی فطرت والے ہی اگر سب ہوتے تو ایک دم میں وہ مسلمان ہو جاتے۔ ان کو کسی نشان اور معجزہ کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ پس ہم ان مخالفوں کے وجود کو بھی بے مطلب نہیں سمجھتے۔ انکی چھیڑ چھاڑ اللہ تعالیٰ کو غیرت دلاتی ہے اور اسکی نصرت اور تائیدات کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔

غرض خدا کے ماموروں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی پرستش کرانا نہیں چاہتے جسطرح پیر وہ لوگ پوجے جانے کے خواہشمند ہو کر چاہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی پوجا کراتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے انسان بھی اس پوجا کے مستحق نہ ہوں؟ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک مرید اس مرشد سے ہزار درجہ اچھا ہے جو مکر کی گدی پر بیٹھا ہوا ہو کیونکہ مرید کے اپنے دل میں کھوٹ اور دغا نہیں ہے خدا تعالیٰ اخلاص کو چاہتا ہے ریاکاری پسند نہیں کرتا۔

خریداروں کا فرض

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ خط و کتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوسکیگی اور مطلع اس کا جواب نہ ہوسکیگا کیونکہ بفضلہ تعالیٰ تعداد خریداران ترقی پر ہے۔ (مینیجر)

احاطۂ کچہری

۹ مئی ۱۹۰۵ء

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام درختوں کے سایہ میں حسب معمول تشریف فرما تھے کہ دینا نگر کے ہندو رئیس آپ کی زیارت کو تشریف لائے انکے ساتھ اور بھی چند آدمی تھے انھوں نے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ سلام عرض کیا اور پھر طاعون کی مصیبت کا رونا شروع کیا اور کہا کہ بڑا اختلاف مذاہب کا ہو گیا ہے۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا۔

اس زمانہ میں بڑا اختلاف مذاہب ہی نہیں رہا اختلاف مذاہب کے سوا لوگوں نے خدا تعالیٰ کو بالکل چھوڑ دیا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے موافق یہ عذاب نازل کیا ہے۔ کیونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے شرارتوں اور چالاکیوں کی کوئی حد نہیں رہی ہے طاعون کو اللہ تعالیٰ نے مامور کرکے بھیجا ہے جو اسکے نوکر کیطرح ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر تو ایک پتہ اور ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا ہے اور بدبختی ہے کہ باوجودیکہ طاعون ایک خطرناک ڈرانے والا ہے مگر اسپر بھی حق کیطرف توجہ نہیں کرتے اور خدا کی باتوں کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور دل پاک و صاف نہیں کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب تک اہل دنیا اپنی اصلاح اور تبدیلی نہیں کرینگے اس وقت تک وہ عذاب کو نہیں اٹھائے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو اسطرف بھی بالکل توجہ نہیں ہے جب کسی گاؤں یا شہر میں بیماری پڑتی ہے تو چند روز کے لیے ایک خوف پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ خوف بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں اور نہ ایسا کہ اسکے ذریعہ کوئی اصلاح کریں بلکہ موت کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ہم بھی مر نہ جاویں اور یہ جائیداد اور اسباب کسی دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جاوے جو ہی ذرا سا وقفہ ہوتا ہے پھر وہی شرارت اور شوخی۔ اور نہیں ڈرتے کہ اسکے دورے بہت لمبے ہوتے ہیں۔

رئیس۔ جناب بظاہر زمانہ اچھا بھی معلوم ہوتا ہے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ بھگتی وغیرہ بھی کرتے ہیں

حضرت دل نہیں ہے جو کچھ ہے پوست ہی پوست ہے ظاہر داری کے طور پر اگر کچھ کیا جاتا ہے تو کیا جاتا ہے۔

دل والے روح ہی اور ہوتی ہیں انکی آنکھیں صاف ہوتی ہیں انکی زبان صاف ہوتی ہے اُن کے چال چلن میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لرزاں ترساں رہتے ہیں تیز زبانی درازی سے کوئی اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتا مجازی حکام کو جو اصل حالات سے ناواقف ہیں کوئی خوش کر لیوے تو کر لے مگر اللہ تعالیٰ کی نظر تو دل پر ہے اور وہ دلوں کے مخفی در مخفی خیالات تک کو جانتا ہے۔ پس جب تک انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کیطرف نہیں آتا ریاکاری اور ظاہرداری سے کچھ نہیں بنتا خدا تعالیٰ بھی تبدیلی چاہتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ابھی وہ پیدا نہیں ہوئی جب لوگ تبدیلی کرینگے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کچھ حصہ بھی لوگوں کا درست ہو جاویگا تو اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ یہ تو ایک چالاکی ہے کہ لوگوں کے سامنے نیک بنتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا متقی اور خدا ترس ظاہر کرتے ہیں اور اندرونی طور پر بڑی بڑی خرابیاں ان میں موجود ہوتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کے ظاہری بحث و مباحثہ میں ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اسکے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف نہیں تو یہ چالاکیاں اور بھی خدا کے غضب کو بھڑکاتی ہیں چاہیے تو یہ کہ انسان خدا کے ساتھ معاملہ صاف کرے اور پوری فرمانبرداری اور اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع کرے اور اسکے بندوں کو بھی کسی قسم کی اذیت نہ دے۔ ایک شخص گیروے کپڑے پہنکر یا سبز لباس کرکے فقیر بن سکتا ہے اور دنیا دار اسکو فقیر بھی سمجھ لیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو اسکو خوب جانتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور وہ کیا کرتا ہے۔ پس طاعون کا اصل اور صحیح علاج یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اسکی حد بندیوں کو نہ توڑے اور اسکی مخلوق کے ساتھ رحم کرے۔ بدمعاملگی نہ کرے اور یہ سب کام اخلاص کے ساتھ کرے لوگوں کو دکھلانے کی نیت سے نہ کرے۔ اگر اس قسم کی کوئی تبدیلی کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رحم کے ساتھ اسپر نظر کرے گا۔

رئیس۔ جناب لوگ باہر جاتے ہیں اور اسکو بھی مفید سمجھتے ہیں مگر مولوی لوگ مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم گھروں سے نکلنے میں خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ مولویوں کے ایسے فتوے دینے سے بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

حضرت اللہ تعالیٰ تو علاج سے منع نہیں کرتا ہے علاج بھی اسی نے رکھے ہیں۔

فرمایا لوگ دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیواسطے قسم قسم کے منصوبے کرتے ہیں اور ریاکاری سے کام لیتے ہیں۔ مگر جب تک خدا تعالیٰ کسیکو منتخب اور برگزیدہ نہ کرے کچھ نہیں ہو سکتا

دیکھو کیکو بھوک پیاس لگتی ہے تو وہ روٹی کھاتا ہے یا پانی پیتا ہے اسی طرح بیماریوں کے علاج بھی ہیں اور اشیاء میں خواص بھی اسی کے رکھے ہوئے ہیں یہ مولویوں کی غلطی ہے جو ایسا کرتے ہیں اور لوگوں کو تباہ کرتے ہیں خدا تو منع کرتا ہے کہ انسان عذاب کی جگہ پر نہ رہے لیکن ہاں جب بیماری نشتر کے ساتھ پھیل جاوے تو یہ مناسب نہیں کہ انسان اس گاؤں یا شہر سے نکل کر کسی دوسرے گاؤں یا شہر میں جاوے اور یہ اسلیے منع ہے کہ جو لوگ وبا زدہ گاؤں سے نکلتے ہیں وہ متاثر آب و ہوا سے نکلکر دوسری جگہ کو متاثر کرتے ہیں اور پھر بیمار ہوکر مرجاتے ہیں - ایسا ہی یہ بھی منع ہے کہ جہاں وبا پڑی ہوئی ہو وہاں بھی کوئی آدمی تندرست چلا جاوے لیکن یہ کبھی منع نہیں ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے نکلکر باہر کھلے میدانوں میں اور کھیتوں میں نہ جاویں یہ بڑا ضروری ہے اور اس سے عموماً فائدہ پہنچتا ہے - جہاں طاعون ہو فوراً اس گھر کو خالی کردینا چاہیے اور باہر کھیتوں یا کھلے میدانوں میں بے شک چلے جاؤ - بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے -

رئیس - جناب تعجب ہی ہے کہ خدا کے ہوتے ہوئے یہ غضب ہو رہا ہے -

حضرت یہ خدا تعالےٰ کی باتیں ہیں ان میں دخل نہیں دینا چاہیے خدا نے تو خود دنیا پر یہ غضب نازل کیا ہے اگر لوگ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتے تو استقدر شرارتیں جو زمین پر ہو رہی ہیں نہ کرتے اور خدا تعالےٰ کے غضب سے ڈر جاتے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ خدا کا اقرار کرکے پھر دنیا پر ظلم اور فساد ہو رہا ہے اور خدا تعالےٰ کے حکموں کی ہرگز پابندی نہیں کی جاتی تو یہ تو ایک قسم کی خدا کے ساتھ ہنسی ہے پھر خدا تعالےٰ اسکو کب پسند کرسکتا ہے - اب یہ غضب آیا ہے جو دنیا کو سیدھا کرے گا خود اسی نے بھیجا ہے وہ اپنے اسرار کو آپ ہی جانتا ہے ہم لوگوں کو اسکی قدرتوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے - جب وقت آجائے گا وہ خود رحم فرمائے گا اور اس عذاب کو اٹھائیگا وہ ظالم نہیں ہے وہ تو ارحم الراحمین ہے -

رئیس حضور اب تو رحم ہونا چاہیے آپ ہی کچھ کریں +

حضرت میں دیکھتا ہوں کہ ابھی دنیا کی اصلاح ہونی ضروری ہے ہم تو خدا تعالےٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اسکے ہر ایک فعل کو سراسر حکمت سمجھتے ہیں - یہ عذاب جو اس نے نازل کیا ہے یہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے لوگوں کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکو تکلیف نہیں ہے اگر وہ اس تکلیف کو محسوس کرلیتے تو میں دیکھتا کہ ان میں تبدیلی شروع ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے - اور ہم یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے ہم اسکی قضاء و قدر پر ہر طرح راضی ہیں اور اسے دیکھتے ہیں البتہ جب وہ خود ہمارے دل میں یہ بات ڈالے گا تو ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہماری دعاؤں کو سن لے گا اور سب کچھ کر دے گا - فی الحال تو جو ہو رہا ہے اسکی عین مرضی کے موافق ہے جبتک وہ پسند کریگا ہوتا رہے گا - اصل علاج یہی ہے کہ خدا سے صلح کی جاوے -

استقدر تقریر کے بعد رئیس مذکور

اپنے احباب کو لیکر نیاز مندی

سے سلام کرکے رخصت ہوا +

بہرحال **یا مسیح الخلق**

عدوانا کی پیشگوئی اسطور پر

ہر طرح سے پوری ہو رہی ہے

(ایڈیٹر)

لاہور میں جو لوگ طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے نماز پڑھنے کے واسطے زیارتیں لیکر نکلتے ہیں ان کا ذکر ہو رہا تھا اسپر فرمایا

جو لوگ اسیطرح باہر جاکر نمازیں پڑھتے ہیں اور زیارتیں نکالتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی نہیں کرتے سچی تبدیلی کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا + ورنہ پھر وہی شوخی اور بیباکی کیوں نظر آرہی ہے اگر سچی تبدیلی ہو تو ممکن نہیں کہ طاعون نہ ہٹ جاوے تعجب کی بات ہے کہ ایکطرف جب میں کہتا ہوں کہ سچی تبدیلی کرو اور استغفار کرو - خدا تعالیٰ سے صلح کرو تو میری ان باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور ٹھٹھے اڑاتے ہیں اور اب خود بھی دعا ہی اسکا علاج بتلاتے ہیں -

اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ طاعون ان کے ہی سبب سے آیا ہے کیونکہ انھوں نے جھوٹے دعوے کیے تھے مجھے ان کی اس بات پر بھی تعجب اور افسوس آتا ہے کہ میں تو جھوٹے دعوے کرکے سلامت بیٹھا ہوں حالانکہ بقول ان کے طاعون میرے ہی سبب سے آیا ہے اور مجھے ہی حفاظت کا وعدہ دیا جاتا ہے - عجیب معاملہ ہے + یہ بات تو ان عدالتوں میں بھی نہیں ہوتی کہ صریح ایک مجرم ہو وہ چھوڑ دیا جاوے اور بیگناہ کو پھانسی دیدی جاوے - پھر کیا خدا تعالےٰ کی خدائی ہی میں یہ اندھیر اور ظلم ہے کہ جس کے لیے طاعون بھیجا جاوے وہ تو محفوظ رہے اور اسکو سلامتی کا وعدہ دیا جاوے اور وہ ایک نشان ہو اور دوسرے لوگ مرتے رہیں +

میں کہتا ہوں اسی ایک بات کو لیکر کوئی شخص انصاف کرے اور بتادے کہ کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ پر افترا کرے وہ سلامت رہے اور اسکو یہ وعدہ دیا جاوے کہ تیرے گھر میں جو ہوگا وہ بھی بچایا جاویگا اور دوسروں پر چھری چلتی رہے؟ یہ تو وہی شیعوں کی سی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت دراصل حضرت علی کو ملنی تھی اور انہیں کے واسطے جبرئیل لائے تھے مگر غلطی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی اور تئیس سال تک برابر یہ غلطی چلی گئی - اور اسکی اصلاح نہ ہوئی - ایسا ہی اب بھی غلطی لگ گئی جنکی حفاظت کرنی تھی وہ تو مر رہے ہیں اور جو حفاظت کے لائق نہ تھے انکی حفاظت کا وعدہ ہو گیا!!! بھلا اس قسم کی باتوں پر کوئی تسلی پا سکتا ہے

ایک امرتسری ملا کا ذکر آیا کہ وہ کہتا ہے کہ ایک سال گذر گیا تو کیا ہوا ابھی آگے دیکھنا چاہیے -

فرمایا وہ تو ایک سال کا کہتا ہے ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ بالکل سچا ہے اور اسکے دورے تو ستر ستر سال تک ہوتے ہیں وہ منتظر رہیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے ہم بھی انکے ساتھ انتظار کرتے ہیں + وہ ہماری نسبت اگر کوئی خبر خدا سے پاتے ہیں تو شائع کریں ہمکو تو جو کچھ خدا نے بتایا ہے ہمنے تو اسکو شائع کر دیا ہے اور دنیا کو معلوم ہو گیا ہے وہ صبر کے ساتھ اب انجام تک دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے -

یہ لوگ ہماری نسبت طرح طرح کی گردشیں چاہتے ہیں وہ آخر انہیں پر ہی لوٹ کر پڑتی ہیں ایک بٹالوی مولوی نے ایک مرتبہ کہا کہ قادیان میں طاعون پڑی ہوئی ہے اور خود ان کو بھی گلٹی نکلی ہوئی ہے - یہ ان کی امانی ہیں کیا گلٹی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نکل سکتی ہے - جب تک آسمان پر ایک تغیر نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا +

ان دنوں جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی ہم خدا تعالےٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آتی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اسطرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے - اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا جیسا اس نے فرمایا تھا - اور آیندہ بھی ہم اسکے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حفاظت فرمائے گا

اس کے بعد ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا درست ہے؟

فرمایا شریعت نے اسکو مباح رکھا ہے ایسی پابندیوں پر شریعت نے زور نہیں دیا بلکہ شریعت نے تو **قد افلح من زکّٰھا** پر زور دیا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرمینیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے اور بغیر اسکے گذارہ بھی تو نہیں ہوتا ہے

ایک شخص نے تسبیح کے متعلق پوچھا کہ تسبیح کرنے کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا

تسبیح کرنے والے کا اصل مقصود گنتی ہوتا ہے اور وہ اس گنتی کو پورا کرنا چاہتا ہے اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ یا تو وہ گنتی پوری کرے اور یا توجہ کرے - اور یہ صاف بات ہے کہ گنتی کو پورا کرنے کی فکر کرنے والا سچی توبہ کر ہی نہیں سکتا ہے - انبیاء علیہم السلام اور کاملین لوگ جنکو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا شدہ ہوتے ہیں انھوں نے گنتی نہیں کی اور نہ اسکی ضرورت سمجھی اہل حق تو ہر وقت خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں انکے لیے گنتی کا سوال اور خیال ہی بیہودہ ہے کیا کوئی اپنے محبوب کا نام گن کر لیا کرتا ہے؟ اگر سچی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو اور پوری توجہ الی اللہ ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھر گنتی کا خیال پیدا ہی کیوں ہوگا - وہ تو اسی ذکر کو اپنی روح کی غذا سمجھے گا - اور جسقدر کثرت سے کرے گا زیادہ لطف اور ذوق محسوس کرے گا اور اس میں اور ترقی کرے گا - لیکن اگر محض گنتی مقصود ہوگی تو وہ اسے ایک بیگار سمجھ کر پورا کرنا چاہے گا - (باقی ہے)

وطن کو خط

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب وطن! السلام علیکم - وطن مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۱ میں جو آپنے رسالہ ابطال پر ریویو کیا ہے یہ بالکل غلط ہے اس فاش غلطی کا باعث غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے وہ تمام دلائل جو اثبات وفات مسیح اور قبر سرینگر پر شائع کیے ہیں آپنے انکو بغور نہیں پڑھا ورنہ ایسی فاش غلطی کی ہرگز آپ سے امید نہ تھی اور نہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ آپ وطن جیسے قومی اخبار کو کسی لالچ کی وجہ سے بدنام کرینگے - اب عرض یہ ہے کہ اول تو اس غلط ریویو کو واپس لے لیں یا ... ہمارے وہ تمام دلائل جو وفات مسیح اور اسکی قبر سرینگر کشمیر کے متعلق شائع ہو چکی ہیں سلسلہ وار وطن میں درج فرماویں اور پھر رسالہ ابطال کو ابتدا سے آخر تک ساتھ ساتھ درج اخبار کرتے جاویں تاکہ ناظرین اخبار پر رسالہ ابطال کی اصلیت کھل جاوے -

جناب کے اعلیٰ دماغ میں یہ بے بنیاد بات کیونکر سما گئی ہے کہ اسلامی پہلوان مہدی الزمانؑ کے مقابلہ میں عیسویت کی حیات یا مولویت کی توہمات بھی کوئی چیز ہیں جسکو آپ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ میری ان چند سطور کو وطن کے کسی گوشہ میں جگہ دیکر جواب دیکر ممنون فرماوینگے - واللہ اگر ایسا ریویو کسی اور اخبار میں ہوتا تو ہمیں کچھ بھی پرواہ نہ تھی - مگر وطن میں ایسی فاش غلطی دیکھکر بحیثیت مسلمان کے سکوت ناگوار گذرتا ہے - جناب مرزا صاحب نے جن دلائل سے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے ... نہیں پادری صاحبان توڑ سکیں ... الابطال ... خاکسار محمد یمین ... عفی اللہ

مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لیے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لیے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لیے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لیے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لیے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لیے دیا گیا تھا اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو وہ میں ہی ہوں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نادان ہے وہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہیے تھا۔ اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں از انجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے۔ پس جو شخص مجھے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی۔ سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کیے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آ جاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔ عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دوئی نہیں آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہیں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اس کے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مرے گا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی اس میں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی خبر اس آیت میں ہے کہ فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں۔ غرض اگر آیت فلما توفيتني کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جس کی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا گویا خدا نے اسکو ہمیشہ کے لیے اسی لیے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مشرک اور بے دین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے۔ خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے۔ اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اس کو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ملنے میں نہیں آتے یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو۔ یہ کیا دین ہے اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے۔ (باقی)

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریرین

(صرف الحکم کے کالمون مین شایع ہوتی ہین)

ضرورتِ قرآن

قرآن شریف کی ضرورت پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی کتابین موسےٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم لیکے تہین لہذا ان کی ہدایتیں بھی عام فائدہ کے لیے نہین تہین بلکہ ہر ایک حکم مین خاص قوم ملحوظ تہی مگر قرآن شریف کا مدنظر کوئی خاص قوم نہین ہے بلکہ تمام قومین ہین مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو خون نہ کر تو اس کا مدعا یہ ہے کہ اے یہود تو خون مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ تو خون مت کر مگر اس کا مدعا یہ ہے کہ اے تمام دنیا تو خون مت کر مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو زنا مت کر پس اس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے قوم یہود تو زنا مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ تو زنا مت کر اور اس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے باشندگان تمام دنیا تم زنا مت کرو۔ پس جبکہ قرآن اسلئے ہے کہ تمام دنیا کو امر معروف اور نہی منکر سناوے اور توریت اسلئے آئی ہے کہ تا صرف یہود کو امر معروف نہی منکر سناوے تو کیونکر توریت کافی ہو سکتی تہی اور کب یہ بات انسان کا اختیار مین تہی کہ خود بخود توریت کی محدود بیان کی توسیع کر دیتا بلکہ اس توسیع کے لیے نئی وحی کی ضرورت تہی جو توسیع کی بنیاد ڈالتی اور وہ قرآن ہے غرض کسیطرح توریت قرآن کا کام نہین دے سکتی توریت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی دس بیس آدمی کی دعوت کرے اور انکی خوراک کے اندازہ پر روٹی پکا دے اور انکے بیٹھنے کے اندازہ پر فرش بچھا دے اور انکی سب باتون کا اندازہ پر کہہ رکھے اور قرآن کی یہ مثال ہے کہ جیسے کوئی دس لاکھ آدمی کی دعوت کرے اور ان کے اندازہ پر کہانا اور فرش اور گہر وغیرہ طیار کرے اور نیز قرآن کا منشا رہتا کہ تمام اقسام کی بدچال اور بد عقاید کو دور کرے اور جہان تک خدا کی پیدایش اور مخلوقات مین قیامت تک خرابیان ہونی ممکن ہے ان خرابیون کو دور کرے لیکن توریت کا منشا صرف اسقدر رہتا کہ جو جو امراض یہود کو لاحق تہی ان کا علاج کرے سو یہ قرآن شریف کی اپنی ضرورتین ہین۔

اسمین شک نہین کہ یسوع خاص بنی اسرائیل کے لئے آیا تہا اور اس کے مخاطب بنی اسرائیل تہے پس اس صورت مین کفارہ کا منصوبہ جو گہڑا گیا ہے۔ علاوہ اس کے اس بطلان کے جو ہم لکہ چکے ہین دوسری قومون کو اس سے کچھ غرض نہین اور یسوع نے صاف اقرار کر دیا ہے کہ مین بنی اسرائیل کے گم شدہ بہیڑون کیلیے آیا ہون۔ پس جس حالت مین وہ اسرائیل کے گم شدہ بہیڑون کے لیے آیا تو اس کا کفارہ کل جہان کیلیے کیونکر ہو سکتا ہے جس کے لیے آیا ان کے لیے مرا تہا دوسرون کو اسکی موت یا زندگی سے کیا غرض چنانچہ اوس نے صرف اسی قدر کہا کہ مین صرف اسرائیل کی گم شدہ بہیڑون کو ملنے آیا ہون بلکہ متی باب ۱۰ آیت ۵ مین صاف طور پر اپنے شاگردون کو وصیت کی چنانچہ اس باب کی آیت پانچ مین یہ عبارت ہے۔ ان بارون کو یسوع نے فرماکے بہیجا کہ غیر قومون کی طرف نجانا۔ اور سامریون کے کسی شہر مین داخل نہ ہونا۔ پہر اسی باب کی آیت ۲۳ مین لکہا ہے کہ جب وے تمہین ایک شہر مین ستاوین تو دوسرے مین بہاگ جاؤ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ تم اسرائیل کے سب شہرون مین نہ پہر چکوگے جب تک کہ ابن آدم نہ آلے۔ اس آیت سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کو اسرائیل کی قوم کو تبلیغ کرنا منظور تہا اور یہی ان آیات سے نکلتا ہے کہ اسوقت یہودی لوگ تمام دنیا مین متفرق ہو چکے تہے اور اگر ہر یک شہر مین جاتا دو تین سال کا کام نہ تہا سو اس عبارت کا تمام مطلب حل ہو جاتا ہے کہ جب اوروشلیم اور اس کی گرد نواح کے یہودیون نے یسوع کو منظور نہ کیا تو اس نے اپنے شاگردون کو نصیحت کی کہ وہ اور شہرون مین جہان جہان یہودی ہین جاوین۔ اور کسی مقام مین یہہ جو لکہا ہے کہ یسوع تمام جہان کیلیے آیا تہا اس کے بہی یہی معنے ہونگے کہ تمام جہان کے یہودیون کے لیے

مجد الدین عیسائی نے یہ اعتراض پیش کیا کہ دنیا کے قوانین مین یہ بات نہین پائی جاتی کہ اگر کسی پر کوئی جرم ثابت ہو تو وہ مثلاً یہ عذر پیش کرے کہ مین اس قدر غریبون کو کہانا کہلایا کرتا ہون اور وہ عذر منظور ہو جاوے بلکہ سزا جرم کی ضرور ملتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہہ کوئی ایسی نیکی ہو کہ جرم کا موازنہ کرے بے شک اس سے گناہ معاف ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص پہانسی دینے کے لایق تہا اسی عرصہ مین دیکھے ایک شہزادہ کو جو غرق ہو کر مرنے لگا تہا موت سے بچا لیا سو اپنی بڑی نیکی ضرور بادشاہ کے حضور مین اسکی شفیع ہو جائیگی۔ اور وہ موت سے بچایا جائیگا بے شک گناہون کیلیے حدود مقرر ہین قانون انسانی مین اور خدا کی کتابون مین بہی مگر بڑی نیکی ان حدود کو بہی ضرور مٹا دیتی ہے۔ جو زانی سنگسار کرنے کے لایق ہو اگر اسلام کی حمایت مین ایسے وقت مین اس سے کوئی بہاری نیکی ہو جاوے جبکہ اسلام تباہ ہونیکو تہا اور اس نے بچا لیا تو بیشک وہ نیکی اسکی شفیع ہو جائیگی اسی اصول پر یہ جو لکہا ہے جو اسلام سب گناہون کو ہدم کرتا ہے کیونکہ بڑی بہاری نیکی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ ہان اکثر حدود کے وقت مین یہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ اس شخص سے ایسی نیکی ہوئی ہے جو حد کو مانع آگئی ہے اسلئے جرایم کے حدود نہین رکہین پہر اگر وہ شخص اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقیقت مین نیک بخت ہے۔ تو اس حد کا بہی اس کو بڑا ثواب ملیگا اور شہداء مین داخل ہوگا عیسائی بہی اس بات کے قایل ہین کہ اگر کوئی عیسائی چوری کرے تو ضرور اس کو سزا ملیگی سو یہ سزا دنیا کو انتظام کیلیے ہے خدائی سزا سے نیکی کرنیوالا ضرور بچ جائیگا۔ قرآن صاف ہدایت کرتا ہے کہ ہر یک گناہ توبہ سے بخشا جاتا ہے۔

ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ نبی نبوت کا دعوےٰ آپ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ بہی اس کتاب مین جو اس پر نازل ہوتی ہے بیان فرماتا ہے کہ یہ نبی یا رسول ہے مگر متی اور یوحنا نے کہین دعویٰ نہین کیا کہ ہم نبی ہین اور نہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی تصدیق ان کتابون مین موجود ہے بلکہ عیسائیون کا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ مسیح کے رسول ہین اور یسوع نے ان پر الہام کیا ہے ایسی صورت مین اور بہی مشکل پڑتی ہے کیونکہ پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یسوع درحقیقت خدا ہے اور اگر یسوع خدا نہین تو عیسائیون کو بہی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نبی نہین خاص کر ہم مسلمان لوگ ان کو قطعی طور پر اقرار نہ کیا کیونکہ وہ یسوع کے خدا ہونیکے قایل نہین اس لئے ماننا پڑا کہ یہ چارون انجیلین الہامی نہین ہین پس جس صورت مین ان اناجیل کا الہامی ہونا ثابت نہین ہو سکتا تو جو باتین انمین درج ہین تو وہ اسطور سے قبول کرنیکے لائق نہین جیسا کہ ایک الہامی امر کو انسان آنکہ بند کر کے قبول کرے بلکہ یہہ سوانح ہین جو لوگون نے اپنی طرف سے لکہی ہین لیکن سوانح کے قبول کرنیکے لئے تین امر کی ضروری شرط ہے (۱) اول یہ کہ سوانح نویس کاذب نہ ہو کیونکہ کاذب کے قول پر کچہ اعتبار نہین (۲) دوسری کہ سوانح نویس کے حافظہ مین خلل نہ ہو (۳) تیسری یہ کہ سوانح نویس اپنے چشم دید روایت بیان کرے۔ لیکن یہ تینون شرطین انجیلون مین نہین پائی جاتین اسلئے گو ان مین کتنے ہی معجزات درج ہون تب بہی وہ قبول کرنیکے لائق نہین ہم اسجگہ اناجیل کے تحریف کا دعویٰ نہین کرتے کیونکہ تحریف مین یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی وقت مین کتابین صحیح تہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ کسی وقت مین بہی یہ کتابین صحیح نہین تہین ہان ضرور ہے کہ ایک انجیل حضرت عیسیٰ پر بحیثیت نبی ہونے کے نازل ہوئی ہوگی مگر وہ انجیل مین موجود نہین ہے ایسی انجیل کی ہی قرآن نے بہی تصدیق کی ہوگی اگر کہین کسیطرح وہ انجیل گم ہو گئی تو مین کہتا ہون کہ اسیطرح جیسا کہ عبرانی انجیل گم ہو گئی

عیسائیون نے روپیہ کے ذریعہ سے اور مال کی طمع سے لوگون کو مرتد کر کے اس ملک مین عیسائی کو بڑہا دیا ہے اکثر لوگ جب انکی آیندہ امداد سے نومید ہو جاتے ہین تو فی الفور اسلام کیطرف رجوع کرتے ہین لیکن جو بد چالی اون کے دلون مین رائج ہو چکی ہے اور مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے اس لیے وہ اسلام مین کام کے بہی نہین رہتے۔ کبہی مسلمانون کیطرف آتے ہین کبہی عیسائیون کیطرف جاتے ہین اور بعض متلاشی سے بنک مین پہرتے رہتے ہین۔ اور بعض کسی جگہ اپنے تئین عیسائی ظاہر کرتے ہین اور کسی جگہ مسلمان غرض شکم پرستی کی عادتین پختہ ہو جاتی ہین

حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا ایک بڑی بہاری بہید پر دلالت کرتا تہا اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ مرد کی طرف سے سلسلہ بنی اسرائیل مین نبی کا آنا ترک کر دیا اور صرف ماں کی نسبت سے یسوع بنی اسرائیل مین سے کہلایا۔

مسیحائی طور پر یہ عادت یا یون کہو کہ انسانی مسیح کی خاصیت ثابت ہو گئی ہے کہ وہ زہر کہانے کا بہی عادی ہو جاتا ہے بعض کو دیکہا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت مین کئی تولہ افیون کہا لیتے۔ ایسا ہی بعض کو مین نے بچشم خود دیکہا ہے کہ ایک خطرناک وزن دانہ تورہ کا کہا لیتے ہین جس سے کم سے کم تین انسان ہلاک ہو سکتے ہین بعض سم الفار کہانیکے عادی دیکہے گئے جس سے دو انسان بالضرور مر جاوین اور کسیطرح جانبر نہ ہو سکین پس اس سے یہ فلاسفی پیدا ہوتی ہے کہ روحانی زہر یعنے گناہ کیلیے بہی کوئی ایسا ہی قانون طبعی مقرر ہے شاید ہم اگر جسمانی قانون مین کچہ زیادہ غور کرین تو اس دلیل کو پالین۔

یکم جون ۱۹۰۴ء قبل از شام بحاضری مولوی الٰہی بخش صاحب بنارسی و دیگر احباب)

تقریر خواجہ کمال الدین صاحب

دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے ہیچ ہے بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الٰہی ہے دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا کو بھی اس پر رحم آجاتا ہے اور خدا اس کا متولی ہو جاتا ہے اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے دیکھئے کہ جب انسان حد بلوغت پر پہنچتا ہے تو اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں ناکامیابیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ ان سے بچنے کے لیے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے دولت کے ذریعہ اپنے تعلق حکام کے ذریعہ قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ ان میں کامیاب ہو بعض وقت اسکی ناکامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے اب اگر ان دنیاداروں کے ہموم وغموم و تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب بمقابل اولوالعزم جماعت کے بالکل ہیچ ہیں لیکن یہ مصائب و شدائد اس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے ان کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تولی پا چکے ہیں دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اس حاکم نے اسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کر سکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جسکی گرہ کشائی اس حاکم کے ہاتھ میں ہے عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق احکم الحاکمین سے ہو وہ کب مصائب شدائد کے وقت گھبراوے گا انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر انکا عشر عشیر بھی ان کے غیر پر وارد ہو تو اس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے یہ لوگ جب دنیا میں بغرض اصلاح آتے ہیں تو انکی کل دنیا دشمن ہو جاتی ہے لاکھوں آدمی ان کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں لیکن یہ خطرناک دشمن بھی ان کے اطمینان میں خلل انداز نہیں ہو سکتے اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لحظہ بھی اسکے شر سے امن میں نہیں رہتا چہ جائے کہ ملک کا ملک انکا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ با امن زندگی بسر کریں ان تمام ناکامیوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کریں یہ برداشت ہی معجزہ و کرامت ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت انکے لاکھ معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ ہے کل قوم کا ایک طرف ہونا۔ دولت۔ سلطنت وغیرہ کا دینا مت۔ حسینہ جمیلہ بیبیاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ لا الٰہ الا اللہ سے رک جاویں لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالتمآب کا قبول کرنا اور فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس سے کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا میں تو حکم خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے یہ سب طاقت اور برداشت اس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا نے عطا کی ہے ان لوگوں کی دردناک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے حضرت عمر کا آنحضرتؐ کے قتل کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالتمآب کو قتل کرے گا وہ اس سے بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا حضرت عمر نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرتؐ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اسکو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت پر اسے معلوم ہوا کہ حضرتؐ نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھکر حضرت عمر سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آنی شروع ہوئی حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرتؐ سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اسطرح حمد الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمر کا دل پسیج گیا اسکی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو آپکے پیچھے حضرت عمر ہو گئے آنحضرتؐ نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا حضرت عمر بددعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت میں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا میرے حق میں بددعا نہ کیجیے گا چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی سو میرے نزدیک شق القمر کا معجزہ ایسا زبردست معجزہ نہیں جیسے رسول پاک کی استقامت ایک معجزہ ہے اس میں شک نہیں کہ ضرورت وقت کے لحاظ پر انبیاء علیہم السلام معجزہ دکھلاتے ہیں اور وہ نور وہ اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن ان سب معجزات سے بڑھ کر استقامت ایک معجزہ ہے۔ آج چوبیس سال مجھ پر گذر گئے جب میں نے دعویٰ وحی و الہام کیا جو لوگ میرے پاس رات دن بیٹھتے ہیں وہ دیکھتے ہیں اور گواہ اس بات کے ہیں کہ کسطرح خدا تعالیٰ ہر روز مجھے اپنے کلام سے مشرف کرتا ہے اور کسطرح جو مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ کیا میں ہر روز افترا کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ بھی اسقدر صابر ہے کہ ایسے مفتری کو مہلت دے رہا ہے پیغمبر صاحب کو تو یہ حکم کہ اگر تو ایک افترا مجھ پر باندھتا تو میں تیری رگ گردن کاٹ دیتا جیسے کہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین سے ظاہر ہوتا ہے اور یہاں چوبیس سال سے روزانہ افترا خدا پر ہو اور خدا اپنی سنت قدیمہ کو نہ برتے بدی کرنے میں اور جھوٹ بولنے میں کبھی مداومت اور استقامت نہیں ہوتی آخر کار انسان دروغ کو چھوڑ ہی دیتا ہے لیکن کیا میری ہی فطرت ایسی ہو رہی ہے کہ میں چوبیس سال سے اس جھوٹ پر قائم ہوں اور برابر چل رہا ہوں اور خدا بھی بالمقابل خاموش ہے اور بالمقابل ہمیشہ تائیدات پر تائیدات کر رہا ہے پیشگوئی کرنا یا علم غیب سے حصہ پانا کسی ایک معمولی ولی کا بھی کام نہیں یہ نعمت تو اسکو عطا ہوتی ہے جو حضرت احدیت میں خاص عزت اور وجاہت رکھتا ہے اب دیکھ لیا جاوے کہ خدا تعالیٰ نے کسقدر پیشگوئیاں میرے ہاتھ پر پوری کیں براہین احمدیہ اور اسمیں جو جو آئندہ حالات درج ہیں انکو دیکھا جاوے اور پھر میرے آجکل کے حالات کو دیکھا جاوے کہ وہ تمام کسطرح پوری ہوئے پھر جو جو نشانات مسیح موعود کے زمانہ کے آثار ہیں موجود ہیں کسطرح وقت اس زمانہ میں پورے ہو گئے رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا ریل کا جاری ہو کر اونٹنیوں کا حجاز میں بھی بند ہو جانا طاعون کا نمودار ہونا یہ سب علامات ہیں جو زمانہ مہدی کے ساتھ مختص ہیں یہ خدا نے کیوں پورے کیے کیا ایک کذاب اور مفتری علی اللہ کی رونق افزائی کے لیے جو چوبیس سال سے برابر افترا باندھ رہا ہے آخر میں میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں یہ وقت ہے اسکو غنیمت سمجھا جاوے یہ خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں ان سے منہ موڑنا خدا تعالیٰ کی حکم عدولی ہے دیکھو ایک مجازی حاکم کا پیادہ اگر آجاوے اور پیادہ جس حکم کو لاتا ہے اسکی پرواہ نہ کی جاوے تو پھر یہ حکم عدولی کیسے بدنتائج پیدا کرتی ہے چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کی حکم عدولی دنیا میں جب کبھی کوئی خدا کا مرسل آوے گا وہ انسان ہی ہوگا اسکے اوضاع و اطوار انسانوں والے ہی ہونگے آخر فرشتہ تو نہیں آتا۔ یہ لوگ اسکے لوازم انسانیت سے گھبرا جاتے ہیں اور انکی آنکھوں کے سامنے ایک حجاب ہے جو اسکے جامۂ نبوت کو چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ حجاب ضروری ہے جس میں ہر ایک نبی مستور ہوتا ہے مبارک ہے وہ جو اس حجاب کے اندر اس شخص کو دیکھ لے

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

اب غفلت چھوڑ دو | پنجاب امریکن پریسبٹیرین چرچ مشن کی رپورٹ

نمبر ۰ کا خلاصہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے حسب ذیل شائع کیا ہے ” ہندوستانی طلبا تک بہت آسانی سے ساتھ رسائی ہو سکتی ہے اور اگر ان کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جاوے تو اعتراض نہیں کرتے وہ نصیحت و نصیحت کو قبول کرتے ہیں یہ بات صحیح طور سے بیان کی جا سکتی ہے کہ ان لوگوں کا انتظام آسانی ہو سکتا ہے اور ایسے طلبا شاذ حالتوں میں پائے جاتے ہیں جو مفسد نا فرمان اور نا تربیت پذیر ہوں وہ اپنے استادوں کی خاص طور پر عزت کرتے ہیں اور بڑے ذہین اور غبی ہوتے ہیں انکی طبیعت موم کی طرح ہوتی ہے ان میں ثبات و استقلال اور ایسی اخلاقی قوت کم ہوتی ہے جسکی وجہ سے اپنے عقائد میں مستحکم رہیں ابھی تک اس بات کی ضرورت پائی جاتی ہے کہ اوصاف مندرجہ بالا انکمیں پیدا کیے جاویں اور ان اوصاف کے پیدا کرنے میں ترقی کی جاوے اور ہمارے یقین میں

عیسائی تعلیم کا فرض ہونا چاہیے۔ کہ انکو اس کام کی تکمیل میں مدد دیں ان کے دلوں میں سچے عقائد پیدا کریں اور ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کے خیالات بالکل عیسائیانہ کر دیں۔ یہ رپورٹ ہے جو عیسائی مذہب کی کوششوں اور ان کے اغراض و مقاصد کے اظہار کا سب سے بہتر ذریعہ ہے اس وقت جو لوگ اپنی اولاد کی مذہبی تعلیم سے غافل اور لاپرواہ ہیں وہ اپنی اولاد پر خطرناک ظلم کر رہے ہیں اور ہماری رائے ہے کہ جو مسلمان مسلمان کہلا کر اپنی اولاد کو مذہب کی واقفیت سے غافل اور بے بہرہ رکھتے ہیں اور انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اعلیٰ ہم ان کو مروجہ علوم سے اور مدرسہ کے سرٹیفکیٹ حاصل کر لینے کے قابل بناویں وہ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ کی ایک رنگ میں خلاف ورزی کرتے ہیں روحانی طور پر یہ بھی قتل اولاد ہی ہے کہ اسکو مذہبی علوم سے الگ رکھا جاوے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مسلمان اپنی ذریت کو مسلمان بنانے اور مسلمان رکھنے کی ضرورت کو محسوس کرینگے۔

...

پیرس کے ایک مشہور عالم و فلسفی ... صاحب نے حال میں ایک ضخیم کتاب ہزار صفحہ سے زیادہ کی لکھی ہے جو عیسائی مذہب کے واسطے منجنیق ثابت ہوئی ہے اس کتاب سے کلیسیا کی قیامت آگئی اسنے دیکھا کہ اگر وہ ... سے اسکی تردید کی تو دلیل کا جواب دلیل ہے اور حجت کا جواب حجت ہے اور وقت ... جھگڑوں کو طول دینے کے لیے ... جیساکہ ہم مختلف فرقوں اور مذہبوں ... رہے ہیں کہ انھیں باہم لڑتے ... برس گذر گئے مگر ایک نے بھی دوسرے کا ... تسلیم نہیں کیا اس غرض سے کلیسیا نے اپنی خاص قوت سے کام لیکر کل مسیحیوں پر اس کتاب کا پڑھنا حرام کر دیا۔ اور حکم دیا کہ مصنف پر بہشت حرام ہے ... اپنے دوستوں میں اس کی ... اور کتاب کے بار بار چھپنے کی آواز سنکر ... ہوتے ہیں۔

پیرس کے عیسائی کلیسیا نے جو جواب دیا فی الحقیقت مضحکہ خیز ہے مگر اصل یہ ہے کہ جہالت کسی کی میراث نہیں ... اس اور اسی قسم کی دوسری خبروں سے جو یورپ اور دیگر عیسائی ملکوں سے آتی ہیں یقین ہوتا جاتا ہے کہ اب وہ وقت بہت ہی قریب ہے کہ عیسائیت کا بودا شہتیر بالکل ٹوٹ جاوے۔

تربیت اولاد

تہذیب نسوان لاہور میں بچوں کو قصوں پر تنبیہ کے عنوان سے ایڈیٹر صاحبہ اخبار مذکور نے ایک عمدہ آرٹیکل لکھا ہے۔ چونکہ ہمکو علم ہے کہ الحکم کے پڑھنے والی بعض بیبیاں بھی ہیں ... ہم انکے فائدہ کے لیے ... دوسری مستورات ... کے لیے عموماً اس مضمون کو ... درج کرتے ہیں۔

بچوں کو قصوں پر تنبیہ

بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ کا کام ہم عورتوں ہی سے تعلق رکھتا ہے + لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ خود ہم مستورات ہی اچھی تربیت کے طریق سے ... نہیں ... اور ہم نہیں سمجھ سکتیں ... بچوں کی کس طرح تربیت کرنی چاہیے ... عام ... میں یہ کہا کرتی ہیں کہ ... آگے ... بچہ ... ہے اور وہ ہی ... کے مطابق ... بچوں کو ذرا ذرا ... مطیع ... + لیکن اس کا نتیجہ ... اور بیجا ختیاں بچہ کو بالکل ڈھیٹ ... + رفتہ رفتہ بچہ اسکو اپنی ماں کی عادات میں جاننے لگتے ہیں + ماں گھرکنے جھڑکنے ہزار طرح کے ڈراوے دے بچوں کے بھاتوں بھی نہیں گذرتا + وہ جس کھیل یا شوخی میں مشغول ہوتے ہیں برستور اسمیں لگے رہتے ہیں + ماں تک جھک کر تنگ آجاتی ہے تو لاچار بچہ کو مارتی پیٹتی ہے۔ ... دیر تک ... کے باعث بچہ روتا ... + اس کے بعد پھر وہی کا نہی ... کے کھڑے پر بوند پڑی اور پھسل گئی ... ہے کہ ماں کی ایسی تنبیہ کا کیا خاک اثر ہو سکتا ہے۔ سوائے اسکے کہ بچہ کے معصوم جسم کو ناقابل برداشت مار کی سختیاں ہوئی جائیں + ... کی مائیں ایسی ہوتی ہیں کہ غصہ میں آکر اپنے بچوں کو اسقدر مارتی ہیں کہ ادھموا کر دیتی ہیں اور جب انکا برا حال ہو جاتا ہے تو پھر خود بھی تنگ آکر رونے لگتی ہیں + اسمیں شک نہیں کہ بعض وقت کی بچوں کی حرکتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ماؤں کو نہایت سخت غصہ آتا ہے اور بے اختیار بچے جھڑکنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا بکنا بجائے فائدہ کے بچہ کے لیے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے تو ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے دلپر جبر کرے اور سخت برداشت سے کام لے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مار سے ہزار درجہ بہتر پیار میں طاقت ہے

جو بچے پیار پیار میں بہلائے پھسلائے جاتے ہیں وہ بنسبت مار پیٹ والی اور ظلم کرنیوالی ماں کے پیار کرنے والی ماں کا کہا بہت جلد مان لیتے ہیں۔ اور سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں۔

بچہ جب غصہ اور غضب کی حالت میں ہو تو اسکو جھڑکنا نہ چاہیے۔ ورنہ جھڑکنا اسکے دل کی بھڑکتی آگ پر مٹی کے تیل کا سا کام کرے گا اور اس کا غضب اور زیادہ بڑھتا جائے گا۔ ایسی حالت میں اگر یہ امید ہو کہ پیار اخلاص سے بچہ نہ مانے گا تو اسکو اسکی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ جب وہ تھوڑی دیر تک رو دہو کر اپنے دل کا بخار نکال لے گا تو پھر خود بخود نرم ہو جائے گا۔ پھر اسوقت اگر کوئی ذرا بھی اسکو منانا چاہیگا تو وہ فوراً من جائے گا۔ جب وہ من جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اب اسکا مزاج ٹھنڈا ہو گیا ہے تو اسیوقت اسکو آہستگی اور محبت کے ساتھ اسکا قصور جتانا اور سمجھانا چاہیے۔ ایسی صورت میں بچہ ضرور نادم اور پشیمان ہوگا۔ اور اسکے دلپر ماں کی بات کا اثر بہت زیادہ ہوگا بچہ تو پھر بچہ ہی ہے اور اسکا دل نہایت نازک پھول کے مانند ہوتا ہے خود بڑے بڑوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب ان کے سرپر غصہ کا جن سوار ہو تو انکو لاکھ حق کی بات کہو اور سمجھاؤ۔ مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتی پر نہیں آتی۔ بلکہ یہ سمجھانا طبیعت کے اور بھڑکانے کا باعث ہو جاتا ہے + لیکن جب غصہ اتر جائے اور اسوقت سمجھایا جائے تو البتہ بہت آسانی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

مائیں جو اپنے بچوں کو اچھے اٹھان پر اٹھانا چاہتی ہیں یہ خواہش کرتی ہیں کہ ہمارے بچوں میں بڑوں کی سی عادتیں ہو جائیں۔ اور وہ بچپن کے کھیل کود شوخی شرارت کو بالکل چھوڑ کر بڑے بوڑھوں کی طرح چپکے بیٹھے رہا کریں۔ گویا ان کے خیال میں یہ بڑی تعریف کی بات ہوتی ہے۔ لیکن ماؤں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کسی طرح وہ کوشش کر کے اپنے بچوں کو ایسا بنائیں گی بھی تو یہ ان کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔ بچوں کا چلبلا پن اور کھیل کود ہی ان کی اصلی صحت اور تندرستی کی نشانی ہے۔ اسی سے ان کے ہاتھ پاؤں میں امنگ پیدا ہوتی ہے اور ان کے ہاتھ پاؤں میں چستی آتی ہے۔ مجھے ایک بچہ کا حال معلوم ہے کہ وہ بیچارا اسی قسم کے دباؤ کے باعث ایسا سہم گیا تھا کہ تمام دن چپ چاپ چارپائی پر بیٹھا رہتا تھا کسی کھیل کود میں شامل نہیں ہوتا تھا اسکے باعث اس بیچارہ کی صحت بہت ہی خراب ہو گئی اور اسکے چہرہ پر سے بچوں کی سی چلبلاہٹ اور چستی سب جاتی رہی تھی بعض لوگ انکی اس غریب طبیعت کی بہت تعریف کرتے تھے

لیکن ہمارے خیال میں بچہ کو ایسا مردہ دل بنا دینا سخت بیرحمی اور غور طلب ہیں۔ ... بچوں کو حتی المقدور انکی اچھل کود سے کبھی روکنا ٹوکنا نہیں چاہیے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے کھیل کود میں ایک دوسرے کو یا اپنے تئیں نقصان نہ پہونچائیں۔ اور ماں کو چاہیے کہ وہ خود اپنے بچوں کے کھیل کود میں دلچسپی لیں اور بچہ کی دلی امنگ کو بڑھائیں تاکہ انکا گھرک جھڑک کرکے مردہ دل نہ بنیں بچہ کو سمجھانا چاہیے کہ کس کس موقعہ پر اسے کھیلنا کودنا چاہیے اور کس کس موقع پر چپکا رہنا چاہیے۔ بعضی باتیں تو بالکل ادنیٰ سی اور ایسی باتوں پر ضرور چشم پوشی کر لینی چاہیے بچوں کو گھرکنے اور جھڑکنے لگتی ہیں۔ مثلاً بچہ نے کوئی سوئی اٹھا لی یا انگشتانہ اپنے ہاتھ میں پہن لیا اسی پر انھوں نے اسے بیسیوں سنانی شروع کیں۔ حالانکہ اگر محبت سے وہ اس سے یہ چیزیں مانگتیں تو وہ ضرور حوالہ کر دیتا جہاں تک ممکن ہو بچہ کو گھرکنے جھڑکنے اور مار کوٹ سے باز رہنا چاہیے۔ اس بچہ کا دل بے انتہا نرم ہوگا جس نے کبھی اپنے جسم پر ماں کی دو انگلیاں بھی لگتی ہوئی نہ دیکھی ہوں گی۔ مگر اسکے مقابلہ میں اس بچہ کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہو جائے گا جو اپنے دل اپنی ماں کے ہاتھوں مار کی سختیاں اٹھانے کا عادی ہو چکا ہوگا۔ ایسے بچوں کے دل میں اپنی ماں کی خاک عزت نہیں ہوتی ان کو جب ماں کا خوف دلایا جاتا ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ وہ ہمارا کیا کر لیگی بہت کریگی تو دو تین تھپڑ لگا دیگی سو ہمیں اسکی کچھ پرواہ نہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنی ہی گود کا بچہ ایسا دیدہ دلیر کر دیا جائے کہ وہ ماں کی کچھ پروا ہی نہ کرے ایسے بچہ سے آئندہ کیا امید ہو سکتی ہے +

مجبوری و معذوری

میں کسی دوسری جگہ الحکم کے دیر سے شائع ہونے کے متعلق لکھ چکا ہوں ۶ جون سے لیکر ۱۱ جون تک مجھے گورداسپور رہنا پڑا۔ اور پھر ۱۲ کو گورداسپور جاکر واپس آنا پڑا۔ اسلیے ۱۷ ... کا اخبار بجائے دو نمبر میں شائع ہونے کے ایک ہی نمبر میں شائع ہو سکا ہے اور اسے ۱۰ و ۱۷ جون کا مجموعہ سمجھنا چاہیے۔ اور نمبر ۱۹ ...

ایڈیٹر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا وعظ

(گذشتہ سے پیوستہ اشاعت سے آگے)

اسوقت اس دور دراز ملک کی سفر کی جو طیاری لگی ہے تو اسکی کیا غرض ہے؟ اسکی غرض یہی رکھی ہے جو صحابہ کے سفر ہوں گے تھا۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تبلیغ اور اسلام کی عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ظاہر کرنا۔ اس وقت ایک قوم موجود ہے جس نے اللہ تعالےٰ کی صفات ایک عاجز انسان کو دے رکھی ہیں اور اسے خدا بناکر دنیا کو منوانا چاہا ہے یہ قوم عیسائیوں کی قوم ہے وہ مسیح کو خالق اسکے بن شافی مانتے ہیں مُحی مانتے ہیں اور عالم الغیب مانتے ہیں۔ اور سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان جو ایک ہی حقیقی خدا کے پرستار ہیں وہ اعتقادی طور پر ان کے ساتھ ہی ہیں یعنے اسی قسم کے صفات مسیح میں یقین کرتے ہیں وہ یہ جدا امر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو خدا نہیں مانتے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ خدائی کے صفات ان میں یقین کرتے ہیں حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ایک مثال بارہا دیا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی ایسی حالت ہے جیسے کوئی شخص کسی مردہ کو کہے کہ یہ مر گیا ہے لیکن دوسرا شخص کہے کہ نہ ان اسکی نبض بھی نہیں چلتی۔ بدن بھی سرد ہے کسی قسم کی حس و حرکت باقی نہیں ہے لیکن ہے زندہ عیسائی تو صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ وہ خدا ہے مگر مسلمان اپنی غلط فہمی سے یہ کہتے ہیں کہ نہیں خدا تو نہیں ہے یہ غلط ہے البتہ وہ شافی ہے اسیطرح جسطرح اللہ شافی ہے غیب دان ہی مردوں کو زندہ کرنیوالا بھی ہے۔ حی و قیوم ہے پھر بتاؤ اس کے خدا ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ مسلمانوں نے ایک اور بات بھی مسیح کے متعلق مان رکھی ہے جو دوسرے انبیاء میں وہ نہیں مانتے کہ صرف مسیح ہی مس شیطان سے پاک ہے میں جب ان باتوں کو سنتا ہوں تو سخت حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ جو موحد کہلاتے ہیں۔ ان کا اعتقاد اس قسم کا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کو زندہ کرنے کیواسطے اور اس عقیدہ کو دور کرنے کے لئے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا ہے کہ ہمارے بعض احباب سفر کریں اور جو کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں انکی تصدیق کرلا دیں۔ مسیحی مذہب کی شکست کے لئے اس سے بڑھ کر کار گر حربہ نہیں ہوسکتا کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرا ہے اور صلیب پر نہیں مرا اس حربہ کی حقیقت سے وہ لوگ خوب مزا اٹھا سکتے ہیں جو عیسائی مذہب کے اصولوں سے واقف ہیں اور ان کو ان کے ساتھ کبھی کلام کرنے کا موقع ہوا ہے۔

غرض اس بات کیلئے یہ اہتمام کیا گیا ہے یہ تو میرے نزدیک ایک چھوٹی سی بات ہے جو حضرت امام کے اس جوش کا نمونہ ہے جو توحید کے قائم کرنے کیلئے اس کو دل میں ہے وہ درد و کرب اور کیفیت جو اس کے دل و دماغ میں پہونچی ہے تم اُس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے کیونکہ نہ وہ دل ہے اور نہ وہ مزا اور لذت ہے اسی توحید کے پھیلانے کیواسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کو کیا کیا تکالیف برداشت کرنی پڑی تھیں پھر آج یہ کام آسان کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس وقت تو مشکلات اور بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

اس لئے بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے اور ہر شخص اسقدر توجہ نہیں کرسکتا جب تک خدا تعالیٰ کیطرف سے ہی اسکی تائید نہ ہو تم جانتے ہو جس شخص نے سارے جہان میں قرآن شریف کی عظمت کا بیڑا اٹھایا ہے اس کو کسقدر مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

الغرض

چونکہ قرآن شریف کی عظمت ہی اسے مقصود ہے اس لئے اس کے واسطے یہ ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات اٹھانے کو ہر وقت طیار رہتا ہے اور یہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔ کہ کوئی مشکل اور تکلیف اس کے حوصلہ کو پست نہیں کرسکتی۔

پھر دوسری بات جو سکھائی گئی ہے منعم علیہ بننے کیواسطے وہ شفقت علی خلق اللہ ہے یعنے **مما رزقناھم ینفقون** اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرتے رہو یہاں کوئی چیز مخصوص نہیں فرمائی۔ بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو زبان دی ہے خدا کی عظمت اور جبروت کے اظہار کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے اظہار کیواسطے پس اس سے یہ کام لو۔ حق گوئی کیلئے اسے کھولو جب کوئی آپ کے مقابلہ میں گندہ دہنی کر رہا ہو تو جاہلیت الٰہی [illegible] حسن پر عمل کرکے

[illegible] نہایت [illegible] معقول اور مدلل طریق سے [illegible] زبان بند کرنے کی کوشش کرو۔ اور [illegible] کے بالمقابل ایک اعلےٰ درجہ کا [illegible] حفظ [illegible] قائم کرو جبکہ مخالف قسم قسم کے دینی اور [illegible] (روحانی) مواد پھیلا نا چاہتا ہے۔ تہذیب و شائستہ باتوں سے ان کو [illegible] اسیطرح اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو خدا کے لئے مخلوق کی ہمدردی اور بھلائی میں خرچ کرو اور ایسا ہی اگر اللہ تعالےٰ نے مال [illegible] دیا ہے غرض جو کچھ دیا ہے اسے [illegible] کی ہمدردی اور نفع رسانی کیلئے خرچ کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ اکثر لوگ [illegible] بناتے ہیں لیکن وہ [illegible] کپڑے [illegible] نہیں دیتے بلکہ اسے معمولی طور پر گھر کے استعمال کیلئے رکھ لیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو خدا کے فضل سے نیا ملتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو اس قابل بنایا ہے کہ وہ نیا کپڑا [illegible] تو وہ کیوں پرانا اپنے کسی غریب اور نادار بھائی کو نہیں دیتا اگر نیا جوتا ملا ہے تو کیوں پرانا کسی اور کو نہیں دیدیتے ہو۔ اگر اتنی ہی ہمت اور حوصلہ [illegible] نیا دینا تو اور بھی مشکل ہو جائیگا [illegible] ایمان کیلئے دو ہی [illegible] لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ جو شخص ان دونوں کی برابر رعایت [illegible] مومن نہیں ہوسکتا۔ کیا تم [illegible] ایک ٹانگ کسی کی کاٹ [illegible] اٹھاویگا۔ اسیطرح [illegible] ہے شفقت علی خلق اللہ مگر میں کہتا ہوں کہ اسپر زیادہ توجہ ہی نہیں کی [illegible] وجہ ہے کہ ایمان کا پہلا جزو تعظیم لامر اللہ بھی نہیں رہی ہے۔ پس اسمیں ہرگز سستی اور غفلت نہ کرو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی شکر گذاری یہی ہے کہ اوس کی مخلوق کو نفع پہونچایا جاوے۔ خدا کی مخلوق کو نفع [illegible] درازی عمر کا باعث ہوتا ہے۔ کون [illegible] جو نہیں چاہتا کہ دنیا میں لمبی عمر پاوے ہر شخص کے دل میں کم و بیش یہ آرزو موجود ہے مگر لمبی عمر کے حاصل کرنے کا اصلی اور سچا طریق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہونچایا جاوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ نے اسکا فیصلہ کر دیا ہے۔ **واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** درازی عمر کا ایک اور نسخہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ استغفار ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ عمر سے تمتع اٹھاوے وہ اس نسخہ پر عمل کرے۔

اس لئے

جہانتک تم سے بن پڑتا ہے **اللہ تعالیٰ** کی عبادت کرو۔ اور پھر جو کچھ اس نے دیا ہے اسکی مخلوق کی نفع رسانی کیواسطے اسے خرچ کرو۔ دل دیا ہے۔ تو پوری توجہ کے ساتھ دعائیں ہی مانگتے رہو اپنے لئے اور اپنے اور دوسرے لوگوں کیواسطے میں بار بار تاکید کرتا ہوں کہ منشاء الٰہی یہی ہے کہ اوس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک ہو اس اصل کو کبھی مت بھولو کیونکہ منعم علیہ بننے کے واسطے اس پر عمل کرنا بڑا ہی ضروری ہے۔

جسقدر صداقتیں موجود ہیں اور جو احکام اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں ان سب پر عمل کرکے دکھاؤ تاکہ نتیجہ نکلے۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان اور یقین کا نتیجہ یہی تو ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرے اور اس کی نواہی سے بچے۔ جب انسان اس قسم کا بن جاتا ہے کہ الغیب پر ایمان لاتا ہے اور خدا کی عبادت کرتا اور اس کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے پھر خدا تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ہم اس کا بدلہ کیا دیں گے؟

اولئک ھم المفلحون

یہ لوگ مظفر و منصور ہوجائیں گے دنیا میں بامراد اور کامیاب ہونیکا یہ زبردست ذریعہ ہے۔ اور اس کا ثبوت موجود ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لائف پر نظر کرو۔ انکی کامیابیوں اور فتحمندیوں کی اصل جڑ کیا تھی؟ یہی ایمان اور اعمال صالحہ تو تھے ورنہ اس سے پہلے وہی لوگ موجود تھے وہی اسباب تھے وہی قوم تھی لیکن جب ان کا ایمان [illegible] پر [illegible] اور [illegible] میں صلاحیت [illegible] خدا تعالیٰ [illegible] موافق وہ دنیا میں بھی [illegible] ہوگئے تاکہ انکی اس دنیا [illegible] جہان آخرت کی کامیابیوں [illegible] ایک دلیل اور نشان [illegible] نسخہ صرف کتابی نسخہ نہیں ہے بلکہ ایک مجرب [illegible] [illegible] کا آزمودہ نسخہ ہے [illegible] استعمال کرتا ہے وہ [illegible] کامیاب ہوگا اور [illegible] وہ میں داخل ہو جاویگا پس اگر تم چاہتے ہو کہ بامراد ہو جاؤ تم [illegible] منعم علیہ ہو [illegible] دیکھو [illegible] نسخہ [illegible] استعمال [illegible]

باقی پھر

- یہاں کوئی چیز مخصوص نہیں فرمائی بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو

مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کی ایک تقریر

(ایڈیٹر کے اپنے الفاظ مین)

آج میرے دل مین خیال آیا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹون کو اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو جو وصیت فرمائی وہ یہ ہے۔

لا تموتن الا وانتم مسلمون

یعنے اے میرے بیٹو اسلام پر تمہاری موت ہونی چاہیئے۔ وہ کیا اسلام ہے جس کی تمنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے کی ہے حقیقت مین یہ قابل غور امر ہے چھوٹی سی بات نہین اتنا بڑا عظیم الشان انسان جو ابو الملۃ اور ابو الانبیاء کہلایا وہ بات کیا تھی جس نے اوس کو اتنا بڑا رتبہ دیا۔ مین جب اس سوال پر غور کرتا ہون تو پھر میرے دل مین یہی آتا ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ وہ اسلام ہی تھا جس نے اون کو اسقدر معزز اور بزرگ بنا دیا۔ قرآن شریف مین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا ہے۔

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین۔

جب ابراہیم کو اس کے رب نے کہا کہ تو مسلمان بن جا تو کہا کہ مین تو رب العالمین کا فرمانبردار ہو چکا یہ کیا اخلاص اور سعادت ہے کہ حکم پانے ہی فوراً اسکی تعمیل کردی اور پھر یہ الفاظ ہی نہین قرآن شریف حضرت ابراہیم کی لائف کے بعض حصون کو اسکے ثبوت مین پیش کرتا ہے مثلاً کہا **ابراهیم الذی وفی۔** وہ ابراہیم جس نے پوری وفاداری کی اور صدق و ثبات کے ساتھ اسلام پر قائم رہا یا مثلاً کہا **اذ ابتلی ابراهیم ربه بکلمٰت فاتمهن۔** جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتون مین امتحان کرنا چاہا تو اوس نے انکو پورا کر دکھایا۔ یا انکی زندگی کے واقعات مین سے وہ عظیم الشان واقعہ کہ ایک رؤیا کی بنا پر اپنے بیٹے کو نذر دینے سے دریغ نہین کیا۔ حالانکہ اوسکی تاویل اور تعبیر ہو سکتی تھی اور حقیقتاً تعبیر ہی تھی۔ [illegible] دیا جاوے مگر اس عاشق صادق نے ظاہر کو پسند نہین کیا بلکہ اسی پر عمل کرنے کو [illegible] ہو گیا۔ مگر میرا مطلب اسوقت اور ہے مقصد اس بیان مین صرف یہ دکھانا ہے کہ عملی طور پر لسانی طور پر ہر غم و خوشی کی وقت مین وہ اسلام جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکا حکم ہوا۔ اسکا اظہار اسلام کی اندر کیا ہے۔ جہانتک مین نے خدا کے کلام مین غور کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین نظر کی ہے مجھے ایک ایسا مختصر جامع قول اور فعل اور نمونہ و نشان نظر آیا ہے کہ جسکی نظیر دوسری جگہ نہین ملتی۔ اور کوئی اہل مذہب نہیں دکھا سکتا۔ وہ کیا ہے؟ وہ **الحمد للہ** کا لفظ ہے جو قرآن شریف کے شروع ہی مین ہے۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کیلئے اس پر غور کرے کہ اوس کے اندر کیا حقیقت مخفی ہے۔ مین یقین رکھتا ہون کہ تم مین سے بہت ہی تھوڑے ہین جنہون نے اس پر غور کی ہو۔

اگرچہ یہ الفاظ ہم ہر نماز مین مونہہ سے کہتے ہین لیکن بہت ہی کم اس پر غور کیا ہوگا کہ اسکی حقیقت کیا ہے؟ مین نے اس کلمہ مین غور کی ہے تو مین اس نتیجہ پر پہونچا ہون کہ یہ الحمد للہ اتنی تسلیم اور معرفت کی تعلیم دیتی ہے کہ اس سے پرے کوئی انسانی غایت اور کچھ نہیں ہے۔

طرح طرح کی مصیبتون کا نشانہ انسان ہوتا ہے زندگی کی ہر ہر قدم پر مکروہ اور ناگوار واقعات اسے پیش آجاتے ہین ان مصیبتون اور مکروہات کے پیش آجانے کی باوجود بھی اسکی طبیعت مین رضا بالقضا اور مقادیر ایزدی کی سچی تسلیم اور راستی کا پیدا ہو جانا اور پھر الحمد للہ دل و زبان کے اتفاق سے نکلنا آسان بات نہین ہے۔ زبان اگر دل اور روح کے اتفاق کی بغیر لاکھون مرتبہ الحمد للہ کہتی ہے تو اسکی کچھ حقیقت اور اثر نہین جو طوطے کیطرح ایک بات کو رٹتا ہے لیکن اگر بصیرت اور معرفت کی ساتھ دل و زبان کی یکتائی سے ایک مرتبہ ہی کہا جاوے تو وہ انسانی زندگی مین حیرت انگیز انقلاب کر دکھلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقادیر سے مسالمت اور مصالحت انسانی زندگی کا اصل منشا ہے۔ اور یہی حقیقی اسلام کا مفہوم ہے کیونکہ اسلام کے معنی انقیاد اور فرمانبرداری ہے اللہ تعالیٰ کی جمیع احکام اور اسکے قضا و قدر پر راضی ہو جانا اور سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے کو راحت اور خوشی کے ساتھ ظاہر کرنا ایک مسلمان زندگی کا مقصود ہے۔

پس جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی احکام اور قضایا کو مان لیتا ہے اور ہر [illegible] مین اسکی طرف قدم بڑھاتا اور اسی سے صلح کرتا ہے تو اسلام کی حقیقت اس کی اندر پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ بظاہر تو ان باتون کا اقرار کرتا ہے کہ مین اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارادون پر ایمان لاتا ہون اور تسلیم کرتا ہون لیکن جب امتحان اور ابتلا کا وقت آتا ہے تو دل مین اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتا اور اسکی ستائش سے مونہہ موڑتا ہے تو وہ اسلام کی حقیقت کو اپنے اندر رکھنے والا نہین ٹھیرتا۔

یہ تو ممکن محض ہے کہ انسانی زندگی کو پر خطر راستہ مین ابتلاؤن اور مصائب کا سامنا نہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ مختلف قسم کی واقعات اس کو پیش آئین مثلاً ایسا اتفاق ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ ایک شخص عظیم الشان جائیداد کا مالک اور لوگون کا مشار الیہ ہے بیٹھا ہوا اپنے اہل معاملہ کی باتین کر رہا ہے اور ہر طرح سے اپنی کامیابیون اور خوش قسمتیون پر نازان ہے۔ اسی اثنا مین بذریعہ تار خبر آتی ہے کہ اسکی فلان کوٹھی یا فرم جس مین کئی لاکھ کا سامان تھا آگ لگ جانے سے بالکل راکھ سیاہ ہو گئی ہے۔ اب ایک عجیب تبدیلی اسکی حالت پر ہوئی ہے۔ وہ شخص جو کئی لاکھ کا مالک تھا ایکدم مین مفلس قلاش ہو گیا ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اس واقعہ کی بعد معاً کسی نہ کسی نماز کا وقت آگیا ہے اور وہ نماز مین کھڑا ہوتا ہے وہ جو الحمد للہ کہتا ہے کس ذوق اور شرح صدر سے کہیگا؟

ابھی بہت دیر نہین گذری کہ وہ اس نقصان کو سن کر تلملاتا اور قلق و آتش ہو رہا تھا کہ ساری عمر کا اندوختہ خاک مین مل گیا اور آئندہ کی امیدون پر پانی پھر گیا جن لوگون کے تعلقات فرم سے تھے انہون نے تقاضے شروع کر دیئے غرض ان افکار اور ہجوم مین مبتلا وہ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ سچا مسلم اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضا پر راضی رہنے والا ہے تو اسوقت اس کا الحمد للہ کہنا منافقانہ رنگ مین نہین ہوگا بلکہ وہ اسی شرح صدر اور اطمینان سے کہیگا جسطرح پر اس سے پہلے کہتا تھا

مگر اس حالت کا پیدا ہونا اور میسر آنا آسان امر نہین ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے جس کو کثرت دعا اور صحبت صادقین جذب کرتی ہے مین خوب جانتا ہون اور مدتون اس پر غور کرتا رہا ہون کہ انسانی زندگی مین بیداری کا اصل وقت نماز ہے۔ جس مین وہ دنیا اور اسکی تعلقات سے بظاہر الگ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے راز و نیاز کے اظہار کیلئے حاضر ہوتا ہے اس نماز مین اگر اوسکی دل و زبان یکسان نہین تو کچھ فائدہ اسے حاصل نہین ہوگا بجز اس کے کہ چند کلمون کو وہ طوطے کیطرح رٹ لیگا اور ایک دو ٹکرین مار کر واپس چلا جاویگا۔

نماز کو الحمد للہ سے کیون شروع کیا ہے مین نے اس پر بہت ہی غور کیا ہے اور ایک بصیرت اور ذوق کے ساتھ مین ابھی تک اس نتیجہ پر آیا ہون کہ اس ایک کلمہ مین علاوہ اور بہت سے مضامین لطیفہ کے جو اس کی اندر موجود ہین صوفی ازم کی جان رضا بالقضا۔ توکل فنا بقا وغیرہ اس کلمہ مین ہے۔ اور اسلام کی حقیقت اس مین جامع ہے۔

غور کرو جس مصیبت زدہ شخص کا مین نے ذکر کیا وہ ایسے صدمہ عظیمہ کی بعد نماز مین کھڑا ہوتا ہے یا تو وہ پہلے درجہ کا منافق ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا مخلص اور وفادار بندہ اگر روح اللہ تعالیٰ کا کوئی شکوہ اور گلہ محسوس کرتی ہے کہ اوس نے اسکی جائیداد کو تباہ کر دیا اور اس اتلاف سے زندگی ہی اسکی کو محال اور وبال جان ہو گئی ہے تو اس نے الحمد للہ کہنے مین جھوٹ بولا ہے۔ اس کی روح تو الحمد للہ نہین کہتی وہ تو بدظنی کرتی اور شکوہ کرتی ہے۔ زبان سے الحمد للہ کہنا کیا اثر رکھیگا لیکن اگر سچ مچ روح ہی اوس کی اللہ تعالیٰ کے حضور الحمد للہ کہتی اور اس اتلاف مال پر بھی اس مین سکینت اور اطمینان موجود ہے اور کوئی شکوہ نہین کرتی تو سمجھنا چاہیئے کہ اسمین وہ معرفت تامہ پیدا ہو گئی ہے۔ جو اس کلمہ کے اندر رکھی گئی ہے اور اسلام کی حقیقت اسمین پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اس آیت کا سچا مصداق ٹھیر گیا ہے۔

بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون

باوجودیکہ شکن غم و ہم کے واقعات کی پیدا ہونے کے بھی کوئی غم اس پر اپنا اثر نہین کر سکتا۔ اور کوئی مصیبت اور دکھ اسے دکھ مین نہین ڈال سکتا۔ یہی وہ مقام ہوتا ہے جہان آگ گلزار ہو جاتی ہے اسی مقام کو حاصل کرنے والا پانی مین ڈالا جاتا مگر پانی اسے غرق نہین کر سکتا لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ **معرفت تامہ** یہ رضا بالقضا بہ مقادیر الٰہی سے مصالحت حاصل کیونکر ہو؟ کیونکہ یہی تو انسانی زندگی کا مقصد اور منشا ہے۔ اسکے بغیر مومن کبھی مومن نہین ہو سکتا۔ اسواسطے ہر مسلمان کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے طریقون پر غور کرے کیونکہ ابدی سکینہ اور اطمینان قلب کا یہی سچا ذریعہ ہے۔

کاش لوگ اس پر غور کرتے اور صرف زبان سے کہہ دینے ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ اس کی حقیقت کو اپنے دل مین جگہ دیکر منشار الٰہی کے پورا کرنے والے ٹھیرتے۔ مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر اس پر تدبر کیا جاوے تو روح اللہ تعالیٰ کے جلال اور ہیبت سے پانی پانی ہو کر خدا تعالیٰ کیطرف بہتی اور اپنی ساری خوشیون اور لذتون کا انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات کو پاتی۔ مگر مین اس لطف اور ذوق کو جو اسمین محسوس کرتا ہون کسطرح تعبیر ظاہر کرون۔ الفاظ ملتے نہین۔ طرز ادا آتا نہیں ہان اتنا کہتا ہون کہ مین جب ایک طرف **الحمد للہ** کی باریک در باریک فلسفی پر غور کرتا ہون اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک لائف پر نظر کرتا ہون تو بے اختیار ہو کر میری روح وجد مین آجاتی

ہم اور ہمارے ناظرین

اس ہفتہ کی رپورٹ جو اس عنوان کے نیچے ہم دیتے ہیں ۔ اگرچہ وہ بہت ہی کم قابل ذکر ہے تاہم اس کا اظہار ضروری ہے ۔
چاہئے تو یہ تھا کہ پچھلے نمبروں کے ریمارک پڑھ کر ہمارے ناظرین میں ایک خاص تحریک اور جوش پیدا ہو جاتا مگر ابھی تک وہ شاید اس خیال میں ہیں کہ یہ تحریکیں معمولی تحریکیں ہیں جنپر غور کرنا ذکر تا برابر ہے ۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے ۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ اپنی ہمت کے موافق اس تحریک میں شریک اور شامل ہو ۔
گذشتہ اشاعت کے بعد صرف ایک خط اس تحریک کے متعلق پہونچا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

منشی عبدالعزیز صاحب میرٹھ سے لکھتے ہیں ۔
میں اس وقت آپ کی اس کھلی چٹھی کا جواب عرض کرتا ہوں جو ماہ گذشتہ کی ۱۵ تاریخ تک میرے ذمہ تھا ۔ مگر خالی جواب دیتے ہوئے مجھے حیا مانع رہی معاف فرماویں آج دس روپیہ کا منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہوں اور آئندہ بھی انشاء اللہ جب تک ہو سکے گا یہی قیمت ادا کیا کروں گا ۔ نئے خریدار پیدا کرنے کی غرض سے میرے ہاتھ میں الحکم جیسا گرامی قدر پرچہ اس وقت ایک ہی نہیں اور سب کے سب اکثر لوگوں کو تحریک کرنے کی غرض سے تقسیم کرتا رہا مگر افسوس جب کبھی وہ قدر نہیں ہوئی جو ہونی چاہئے تو باہر والوں پر کیا افسوس ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے الحکم کو ترقی بخشے اور ہم لوگوں کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے ۔ میں انشاء اللہ کوشش کرتا رہوں گا کہ الحکم کی اشاعت میں توسیع ہو ۔

ایڈیٹر ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔ جو محبت اور قدردانی آپ نے الحکم کے لئے ظاہر کی ہے وہ قابل رشک ہے ۔ دس روپیہ پہونچ چکے ہیں ۔ میں محض اس خیال پر کہ آپ کو حسب تحریک توسیع اشاعت میں مدد ملے ہفتہ وار دس کاپیاں الحکم کی آپ کے پاس بھیجا کروں گا ۔ منشی عبدالعزیز صاحب الحکم کے لئے خاص جوش اور عشق رکھتے ہیں اس سے پہلے بھی آپ نے ایک مرتبہ بطور ڈونیشن مجھے مدد دی جس کے ذریعہ بہت سے غریب اور غیر مستطیع احباب مستفید ہوئے اور آپ کی اب بھی یہ حالت ہے کہ اپنا پرچہ بھی دوسروں کو بغرض تحریک دیدیتے ہیں یہ ایثار کی عمدہ مثال ہے ۔

توسیع اشاعت یا تحریک توسیع اشاعت کے متعلق کوئی اور خط قابل اندراج نہیں آیا ۔ جو صاحب ذاتی طور پر خریدار ہوئے ہیں ان کا ذکر اس کالم میں نہیں ہوتا ۔ البتہ سہ ماہی رپورٹ میں ذکر کروں گا ۔ مگر مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس مرتبہ سہ ماہی رپورٹ گذشتہ سہ ماہی سے شاید کم ہو ۔

الحکم میں ایک نیا کالم کھولا جاوے

مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی تحریک کرتے ہیں کہ الحکم میں ایک صفحہ تاویل الاحادیث والرویا الصالحۃ کے لئے وقف کر دیا جاوے ۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر یہ کالم کھولا جاوے تو بڑا مفید اور موثر ہوگا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر یا دیگر اشخاص جو رویا دیکھیں تاویل و تعبیر کیلئے الحکم میں شائع کر دیں ۔ ناظرین الحکم تاویل کریں جس کی تاویل و تعبیر کا ظہور مشاہدہ میں موڈل یعنے بتانے والے کی تاویل کے مطابق ظاہر ہو ۔ اس کو رائی یعنے رویا دیکھنے والا کچھ انعام دے جو رویا عنداللہ اور فریق والی ہوں ان کے متعلق معمولی رائے کو علیحدہ کارڈ کے ذریعہ استغفار وانابت کی ہدایت کرے اور تاویل نہ کرے اس باب سے ناظرین الحکم حظ وافر اور تاویل الاحادیث کا علم مشکٰوۃ کا حاصل کریں گے ۔
ایڈیٹر ۔ ہمیں تو کوئی انکار نہیں ہو سکتا ۔ یہ کثرت رائے ناظرین پر موقوف ہے اور انعام کی شرط نامناسب ہے ۔

تعبیر طلب

مولانا موصوف ایک رویا بغرض تاویل درج کرتے ہیں ۔

رویا

میں نے دیکھا ہے کہ کسی شخص نے پانسو پونڈ کی رقم روانہ کی ہے صرف فارم دیکھا ہے ہم نہیں دیکھا پونڈ کی رقم کو ضرب دی کہ اکس ہے روپیہ معلوم ہوا میں کہتا ہوں ضرب دینے کے بعد چھتیس ہزار روپیہ حاصل ضرب ہوا ۔ (کوئی صاحب تعبیر لکھیں)

دارالامان کا ہفتہ

۱ ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور ہی تشریف فرما رہے ۔ ۹ ، ۱۰ اور ۱۱ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو آپ قادیان رہے آپ کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے ۔
خاندان رسالت کے ممبر بھی خیریت سے ہیں ۔
۲ ۔ بزرگان امت خدا وند کے فضل وکرم سے تندرست دارالامان میں موجود ہیں ۔ خدمت دین میں مصروف ہیں مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ چلے گئے ۔
۳ ۔ موسم خوب بدل گیا ہے خوب گرمی پڑتی ہے ۔ اندھیاں آتی ہیں اور کبھی کبھی خفیف سا تقاطر بھی ہو جاتا ہے ۔

حالات مقدمہ

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ میں ۱۹ جون سنہ ۱۹۰۴ء مقرر ہے جس میں مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے گواہ استغاثہ کرم الدین پر کرم الدین جرح کرے گا اور ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہوگی ۔
مقدمہ بنام کرم الدین میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور کرم الدین اور فقیر محمد پر فرد قرار داد جرم مرتب ہو کر سنائی گئی ۔
کرم الدین نے پھر شہادت استغاثہ پر جرح کرنی چاہی چنانچہ بابو غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار پر مکرر جرح بھی ہو چکی ۱۴ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو حافظ عبدالقدوس صاحب پر جرح ہوگی اور پھر ایڈیٹر الحکم مستغیث پر اور ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی مکرر جرح کیلئے بلایا گیا ہے ۔

الہامات

۱ ۔ ۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور ایک الہام کا خلاصہ
خدا تیرا دست گیر اسی کے صلاح ومشورہ پر چل
۲ ۔ دوبارہ الہام ہوا
عفت الدیار محلہا ومقامہا
انی احافظ کل من فی الدار
اعطیتک کل النعیم

معذرت

۱ ۔ مقدمہ کی مصروفیت کچھ اس قسم کی لگاتار واقع ہوئی ہے کہ میں ابھی الحکم کو ٹھیک تاریخ پر شائع کرنے سے محض نا قابل ہوں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ۔
جو لوگ اس وقت شکایت کرتے ہیں کہ دیر سے اخبار پہونچتا ہے وہ مجھے معذور سمجھیں مقدمہ کی مصروفیت کے ساتھ ہی کاتب اور پریس میں کی قلت اور دقت بھی خاص طور پر ہو رہی ہے ۔ جس کا انتظام اس طرف کی فراغت کے بعد ہی ہو سکتا ہے ۔ بہرحال اس قسم کے مشکلات در پیش ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے امید ہے کہ دور کریگا ۔ یہ اطلاع کافی سمجھ لی جاوے اور بار بار خط لکھ کر تکلیف نہ دی جاوے ۔ کیونکہ خطوط کا جواب لکھنے کے واسطے بھی مجھے موقع اور فرصت نہیں محرر مطبع کی خدمات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دارالامان سے غیر حاضری کی وجہ سے آپ کے دولت پر منتقل ہوئی ہوئی ہیں ۔
(ایڈیٹر)

امرتسر ڈویژن کا سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات

ہم نے الحکم کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں اس امر پر زور دیا تھا کہ امرتسر ڈویژن کی اصلاح حالات اور درستی انتظام کے لئے ضروری ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ کی اعلیٰ افسر کو مناسب ہے کہ وہ موجودہ سپرنٹنڈنٹ جناب لالہ محمد فضل حسین صاحب کو اسی ڈویژن میں مستقل کر دیں ۔ یا کم از کم ایک معقول عرصہ تک انہیں اس ڈویژن میں رہنے دیا جاوے ۔ چنانچہ اس بارہ میں ہم نے الحکم میں خصوصیت کے ساتھ ہم نے اس سوال پر بحث کی ہے ۔ اگر ہم نے جب پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاکخانجات ہند اور صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب کی خدمت میں دفتر الحکم سے خاص جذبات کی ساتھ توجہ دلانے کیلئے بھیجے گئے اور ہمیں انتظار تھا کہ اس پر توجہ کی جائے آج ہم خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ

ڈاک کے اعلیٰ افسروں نے نہ صرف خلیفہ صاحب کو سپرنٹنڈنٹی کے عہدہ پر ہی مستقل فرمایا ہے بلکہ لشکر ڈویژن میں آنکہ یکم جنوری ۱۹۰۵ء سے مقرر کر دیا گیا ہے ہم اس تقرری پر خلیفہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں مگر دراصل یہ امر ہمارے لئے سب سے زیادہ مسرت اور مبارکباد کا باعث ہے کہ ہماری تحریر رائیگاں نہیں گئی اور شنوائی ہوئی اور اس پر مناسب نوٹس لیا گیا۔

خلیفہ صاحب اپنے فرائض کو خوب سمجھتے ہیں انہوں نے اس سے پیشتر بھی ہماری ان تحریروں پر جو اس ڈویژن کے متعلق اصلاح امور میں تھیں نوٹس لیا ہے اور آئندہ بھی ہم ان کی ذات سے توقع کرتے ہیں کہ وہ بہت کچھ اصلاحیں کریں گے۔ اور ہماری ان تحریروں کو جو ڈاک خانہ کے متعلق نکل رہی ہیں پورے غور سے پڑھیں گے

مدرسہ تعلیم الاسلام کی موجودہ ضرورت

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک خاص ضرورت کیلئے بحیثیت مدرسہ کی سرپرست اپیل کی تھی اس پر برادرم منشی عبدالعزیز صاحب کی چٹھی کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے ابھی تک اس چٹھی کی اشاعت کا موقع نہیں ملا۔ تاہم جن بزرگواروں نے مدرسہ کی اس ضرورت کو محسوس کیا ہے اور اس کے لئے رقوم بھیجی ہیں ان کی رسید ذیل میں دکھائی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ منشی محمد عبدالعزیز صاحب کی تجویز پر اگر عمل درآمد ہو گیا اور قوم نے اس اپیل کو یا سو روپیہ کے لئے محدود نہ سمجھ لیا بلکہ اپنی جگہ وہ رقوم بھیجتی رہی تو یہ اپیل مدرسہ کی کسی ایک پیش پا افتادہ ضروریات پر اپنا مفید اثر ڈالے گی۔ اب ہم بغیر کسی مزید تمہید یا تحریک کے رسید دیتے ہیں

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور	للعہ روپیہ
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	عـہ
منشی عبدالعزیز صاحب سب پوسٹ ماسٹر	مـہ
منشی محمد اسماعیل صاحب سب پوسٹ ماسٹر	عـہ
شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد	عـہ
میزان	۱۲/ عـہ

باقی صرف تمام ہونا تو ماتحت میں سے کسات روپیہ چار آنہ کی کمی باقی ہے۔ جسکو جلد تر پورا ہونے کی امید ہے۔

مذہبی تعلیم

عام مدارس میں جس طرح پر تعلیم دی جاتی ہے اور جس کا مذہبی رنگ چونہیں جاتا ہے اس کی بحث مباحثہ ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ کی پالیسی بالکل لامذہب ہے اور ہندوستان میں مذہبوں اور عقیدوں کی وہ کثرت ہے کہ اگر مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جاوے تو دنیا کی ہی بس ہو جاوے اس لئے تعلیم کے قانون یا ضوابط اور قواعد میں دینیات کا کچھ ذکر نہیں۔

جہاں تک خیال ہے سب سے پہلے مشنریوں نے اس بڑے طریقہ تعلیم کی شکایت کی تھی اس بنا پر کہ اس میں مذہب کا کچھ لحاظ نہیں اس کے مسلمانوں نے یہ تحریک کی۔ اب ہندوستان کا تمام تعلیم یافتہ طبقہ بلا لحاظ رنگ و روپ کے یہ صدا بلند کر رہا ہے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جاوے تو اس کی حجت بڑی قوی ہے وہ کہتے ہیں کہ جو سائنس اور علوم لڑکوں کو پڑھائے جاتے ہیں ان کے اثر سے نوجوان طالبعلموں کے دلوں سے پچھلے مذہبی خیالات تو مٹ جاتے ہیں اور ان کی بجائے کوئی نیا مذہبی خیال جاگزیں نہیں ہوتا اس کا آج یہ نتیجہ ہے کہ جو لوگ استادوں کو مثل باپ کے سمجھتے تھے اور باپ کو خدا کے دوسرے درجہ پر تصور کرتے تھے وہ لوگ جو سچائی اور نیکوئی اور وضعداری وراثۃً اختیار رکھتے تھے ان کی اولاد اس نئی تعلیم کی بدولت نہ بڑوں کا لحاظ کرتی ہے نہ نیک و بد میں تمیز کرتی ہے نہ اخلاق و آداب کی پابندی بلکہ برعکس آزادگی پر فخر کرتی ہے۔ تہذیب اخلاق کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے نفس کا تحفظ کرے۔ اور کچھ باتیں جن سے نفس گریز کرتا ہے۔ وہ عزیز دوستی کی دلداری کے لئے اختیار کرے اور اگر اس کے خلاف نفس ہی کے احکام مانیں اور اسکو آزادی سے موسوم کریں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسے آزاد انسان میں اور اس حیوان میں کیا فرق ہے جو بالکل اپنی مرضی کا تابع ہے جب چاہتا ہے لات مار بیٹھتا ہے تھتھنی ہلا دیتا ہے اور اپنے ہمجنسوں کا کچھ خیال نہیں کرتا۔

مذہب کو ہمارے علماء شریعت یا دوسرے قوموں کے مذہبی پیشوا چاہے کتنا ہی الگ رکھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا سب سے پہلا کام انسان کی دنیاوی زندگی کا تزکیہ اور تصفیہ ہے بلکہ شاید اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کی علت غائی ہی یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے تمام مدارج اور تمام قالبوں کو جلا دے اور انسان کو بھی آسائش و دلی خوشی حاصل کرنے میں مدد دے تو ہرگز بیجا نہ ہوگا دنیا کی کسی مذہب کی شریعت اٹھا کر دیکھو اصول کی باتیں سب میں ایک سی ہیں۔ خاصکر جہاں تک کہ اخلاق کو تعلق ہے البتہ عبادت کے طریقے یا مذہبی رسمیں ادا کرنے کے راستے ضرور مختلف ہوں گے اگر ان لوگوں کو باہم اکٹھا رہکر زندگی بسر کرنے کی خواہش نہ رکھتے تو اخلاق کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف احتیاج مندی کی وجہ سے خلیق ہونا چاہیے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلق اور تواضع دوسرے کے لئے اس قدر مفید نہیں جس قدر کہ اپنے لئے مفید ہے۔ اخلاق کا سنگ بنیاد ادب ہے یہ سب سے پہلی صفت ہے جو انسان کو سیکھنی چاہیے کیونکہ طفولیت میں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور آئندہ زندگی میں یہ صفت برابر انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور آخر تک ساتھ دیتی ہے۔ جوان ہو کر جب برابر کے لوگوں سے ملتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں یا ان کی عزت کرتے ہیں یا بوڑھے جب چھوٹوں سے شفقت اور جان نثاری سے پیش آتے ہیں۔ تب بھی اسی صفت کا اثر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر شریعت میں ادب کی سخت تاکید کی ہے مسلمانوں کے یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کے بعد اگر کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو وہ والدین میں گویا بچپن ہی سے ادب کی تاکید کی گئی ہے جب طفولیت کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور تعلیم کا زمانہ آتا ہے تو ضرورت ہوتی ہے کہ والدین سے الگ ہو کر ایک غیر جگہ جائیں۔ جہاں استاد یا معلم کی حکومت ہوتی ہے اس لئے مذہب تاکید کرتا ہے کہ استاد کو مثل باپ کے سمجھیں جس سے یہ مطلب ہے کہ جو ادب بچپن میں والدین کے ساتھ رہکر حاصل کیا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے بچپن کی عادتیں پختہ نہیں ہوتیں۔ اگر ادب والدین ہی سے مقابلہ میں لازم قرار دیا جاتا اور استاد کے پاس رہکر ادب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو بچہ ادب بالکل بھول جاتا تعلیم کے طویل زمانہ میں یہ عادت پوری طرح پختہ ہو جاتی ہے بلکہ طبیعت ثانی بنجاتی ہے اور پھر آخر تک اس کو مٹنے کا کچھ کھٹکا نہیں رہتا غور سے دیکھو تو استاد کا ادب باپ سے زیادہ کرنا چاہیے یعنی یہ کہ تعلیم کے زمانہ میں ادب کرنے کی عادت کو راسخ کر سکے ہیں اور عادتوں کو راسخ ہونیکا یہی زمانہ ہے یہ ایک عجیب بات ہے کہ والدین خاصکر استاد کی اتنی تعظیم کرنا کہ وہ خدا کی عبادت کے قریب پہونچ جائے گی۔ خاص مشرقی قوموں کی عادت ہے اہل یورپ کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی ہے کہ ان کے طالب علم استاد کا اتنا ادب نہیں کرتے۔ چنانچہ بہت عرصہ ہوا سر ہاریسن نے اسی مضمون پر ایک عمدہ آرٹیکل میگزین میں لکھا تھا لیکن ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے نوجوانوں نے ایشیائی اخلاق اور ایشیائی آداب کا شین لباس اتارتے وقت ادب کی پگڑی بھی سر سے اتار دی ہے۔ مدرسوں اور کالجوں کے کمروں میں جس طرح استاد سے یہ لوگ پیش آتے ہیں خاید کسی بے تکلف دوست سے بھی نہ آتے ہوں گے۔ اور کی نظر میں استاد کی کسی بات کی کچھ وقعت نہیں ہوتی اور اس نئے تعلیم کا اثر انکی اخلاق پر کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی زبان میں اور سکے آگے یہ نہیں جاتی کیا اچھے طریقہ پر کسیا جاتی ہے جس کا اثر کچھ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو ایسا کہ جیسا غبارے میں سوراخ ایسا مصنوعی اخلاق عملی زندگی کے بہت چھوٹے سے صدمے سے مٹ جاتا ہے اور انسان اوپر ہونے سے پہلے بداخلاقیوں کا شکار بن جاتا ہے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں مذہب کی طرف سے جو مذہب میں آج کشیدگی اور رسیلی محسوس ہوتی ہے ہمارے اسلاف اسکو یورپین اور انگلش لٹریچر کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اس کا فیصلہ قطعی بہت مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ لٹریچر قوم کے خصائل کی عکسی تصویر ہے اور یورپ کی خصلت کی آج یہ حالت ہے کہ قریب قریب یونیورسٹیوں میں دینیات کو نصاب تعلیم سے خارج کر دیا گیا فرانس اور جرمنی کے اعلیٰ تعلیم گاہوں میں اسکی کچھ وقعت نہیں انگلستان کی کیمبرج اور اسفورڈ یونیورسٹیوں میں دینیات کا مضمون لازمی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نابالغ طالبعلم اپنے دلی کا سرٹیفکیٹ پیش کرے تو اس کو گرجا کی حاضری معاف کی جاتی ہے۔ البتہ اڈنبرگ کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک سینٹ اینڈریو کا جو جان ناکس کے نام کی عظمت کرتا ہے اور یہاں دینیات کو لازمی سمجھتے ہیں یورپ کی اس درجہ تنزل دیکھکر ہم کو ایک لحاظ سے بہت تعجب ہوتا ہے اگر ہم کسی دولت کے لئے مثلاً انگلستان۔ فرانس جرمن کی کانسٹی ٹیوشنل تاریخ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس کی گورنمنٹ اور سوسائٹی نے کیونکر رفتہ رفتہ ترقی کر کے یہ درجہ حاصل کیا ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہر ملک کی کانسٹیٹیوشن کی بنیاد یونان اور روم کی کانسٹیٹیوشن پر ٹھہری ہوئی ہے اور جب یونانیوں اور رومیوں کی تاریخ پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قوم دنیا میں اس سے زیادہ مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی تو وہ قدیم مصری تھے۔ ورنہ یورپ میں یونانیوں سے زیادہ کوئی قوم مذہبی نہ تھی۔ ہمارے نزدیک یورپ اندلس کے عربی فلاسفروں کی تصانیف سے متاثر ہوا تثلیث کے قائل ہو کر ابن رشد قرطبی اندلسی کے رسائل متعلق ہمہ اوست ان کی سمجھ میں آئے اور اسلام ان کے قلوب متحرک ہو کر بے دینی کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کی نسبت ہم آئندہ نمبر میں بحث کریں گے۔

(تیراسفی مدراس)

تناسخ کا رد ۱

قاعدہ ہے کہ جس وقت ترقی کا آفتاب کسی خطۂ زمین پر اپنے چہرہ کو دکھاتا ہوا چمکتا ہے اسوقت علم کی پھیل جانیوالی روشنی ان آنکھوں سے عقل پر پڑے ہوئے پردے اسیطرح اٹھا دیتی ہے جسطرح دھوپ ان تیرگی کے کالے کالے دھوئیں کو مٹا دیتی ہے جو روئے عالم پر چھائے ہوئے اندھیرے یا جہالت کی تاریکی کے کھنچے ہوئے نقشے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن افسوس تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اس آفتاب کی روشنی سے صرف وہی آنکھیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں جنکی بینش کا دائرہ وسیع اور جنکی دانش کا پایہ بلند ہو یا دوسرے لفظوں میں اس عقلمند کی آنکھیں جس کو بھلائی برائی میں تمیز اور نیک و بد میں امتیاز ہو مگر اونکی جنپر چڑھی ہوئی آنکھ ترقی کے چمکتے ہوئے آفتاب اور علم کی پھیلی ہوئی روشنی سے ویسی ہی بے فیض ہے جیسے فی زمانہ ان آریوں کی وہ کم بین آنکھیں جنپر تعصب اور جہالت کا جالا چھایا ہوا ہے جو انکو دیکھنے نہیں دیتا کہ دنیا میں کیا کچھ چھان بین ہو چکی اور کیا روز بروز ہوتی جاتی ہے وہ آنکھیں بند کئے دن رات اسی کورانہ اندھیرے میں رہا کرتے ہیں۔ دیکھئے اب کی مرتبہ گدھے کا جنم ہوتا ہے یا الو کا۔ ان کے خیالات کی اواگون آئینہ کی فرضی اور وہمی اواگون کی نقشہ آن کی آنکھوں کے سامنے کھینچ کر اون کو مسخ بنائے ہوئے ہے اور انکا خدا اون کو گدھے بیل بنانے کی دھمکیاں دیکر اس جادوگر کا پارٹ کر رہا ہے جسکو ہم حضرت موسیٰ کے سامنے سامری کی حیثیت میں کھڑا ہوا پاتے ہیں۔ ان کے سب سے بڑے مذہبی لکچرر کا قلم ثبوت تناسخ کے وسیع اسٹیج پر پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

وہ مسئلہ اواگون کے رو سے دو قسم کے جسم بتلاتے ہیں ایک کرم جونی دوسرے بھوگ جونی۔ کرم جونی میں کام کئے جاتے ہیں بھوگ جونی میں کرموں کی سزا بھگتی پڑتی ہے۔ جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد کی تمیز دیکھی ہو وہ کرم جونی اور جس جسم میں نہیں دیکھی وہ بھوگ جونی ہے۔ اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی بھوگ جونی ہیں۔ چونکہ حیوان بھوگ جونی ہیں وہ نیک یا بد کام نہیں کر سکتے جسطرح جیلخانہ کے قیدی کو سزا کی میعاد گذارنے کے بعد حیوانی قالب سے رہائی ہوتی ہے اور وہ پھر جس درجہ جسمانی سے متنزل ہوا تھا اسی درجہ میں انتقال کیا جاتا ہے حیوانی قالب کی جزا یا اعمال سے نہیں ۲؎

اے مذہبی الو کہنے بیل کو ڈ بنانے والے سکان یا آریوں کے خدا واقعی تو نے نئے زمین زالی رفارم پیدا کی۔ اب آج سے تجھکو تیرے ڈبل یقین آریہ ظالم اور جابر نہ کہینگے لیکن ہم انکو اسطرف توجہ دلاتے ہیں کہ جب انسانی حالت کرم جونی قرار پائی اور بھوگ جونی کی نیک و بد کا اس پر کچھ اثر نہ رہا۔ پھر بھی اگر پیدائشی اندھے بہرے لنگڑے پیدا ہوں تو بیشک ان کا وہی خدا اپنے من گھڑت قوانین کا پابند نہیں بلکہ وہ ایک ظالم بادشاہ ہے جس نے قوانین بنانے ہیں ایسے ظالم خدا کو چھوڑ کر اس خدا کے آگے سر جھکانا چاہیئے جو کہ ظالم نہیں جابر نہیں جادوگر نہیں بلکہ تمام مخلوق کا خالق ہے معبود ہے قادر ہے جس کی قانون قدرت کے آگے چھوٹے بڑے سب ایک سے ہیں ہاں انکی حالتوں کا تفاوت اور انکی نوع کی تفریق اسکی قدرت اور صنعت کی ان گن نمونے ہیں جن پر اہل بصیرت کی آنکھیں انکی دل کیطرح مفتون ہوکر اس ایک صانع اکمل اور قادر مطلق کیطرف لگی ہوئی ہیں جو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو صبح و شام رزق دیتا ہے پالتا ہے پرورش کرتا ہے اور پھر ایک محبت سے اپنی طرف واپس بلاتا ہے۔ (نامہ نگار از ہردوئی)

ردّ تناسخ ۲

مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات اور نباتات کی زندگی کے درمیان ایک نہایت تعجب خیز مشابہت موجود ہے کہ یہی روح حیوان تناسخ کے طریق سے شجر و نباتات میں منتقل ہوتی ہے یا اہل اسلام کیطرح حق پر آ جائینگے اور صدق دل سے جان لینگے کہ انسانی روح کسی قالب میں منتقل نہیں ہوتی بلکہ نباتات کی طرح غذائی فیضان سے مدارج اعلےٰ و ادنیٰ جو کہ اوس کی ذات کیلئے بہتر و مناسب خدا نے مقدر کئے ہیں حاصل کرتی ہے۔

جسطرح انسان و حیوان کے بدن میں ایک قوت مدبرہ ہے جو کہ مضار اشیاء و ردی اسباب کو جسم سے خارج کرتی اور جرح و زخم کو بھرتی اور غذا کو جزو بدن بناتی ہے ویسی ہی نباتات میں بھی ایک قوت ہے جو درخت کے جسم سے مضار اشیاء اور ردی اسباب کو خارج کرتی اور چوٹ کے زخموں کو بھرتی اور غذا ارضی و ہوائی و شمسی کو درخت کے جسم کے جزو بناتی ہے جسطرح انسان کے پھیپھڑے میں سے خراب ہوا نکلتی اور دوسرے کی مضرت کا باعث ہوتی ہے ویسے ہی درخت کے جسم سے کاربونک ایسڈ نکلتا ہے۔ اسی واسطے رات کے وقت درخت کے نیچے سونے سے منع کرتے ہیں کہ رات بھر درخت کے سانس لینے کاربونک ہوا خراب کہ اس کے جسم سے خارج ہوتی ہے بدن حیوان میں بد اثر کرنے اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہوا کہ جسطرح انسان کے لئے دن معیشت اور رات بسرام ہے ویسے ہی درخت کیلئے بھی دن روشنی اور ہوا سے روزی کی تلاش کا وقت اور رات وقت آرام ہے۔ چنانچہ نباتات سوتی بھی ہے اور جاگتی بھی لباس کی بابت نباتات حیوانات سے کم نہیں جسطرح مور پنکھ سنوارتا اور بن میں اپنی زیب و زینت پر اتراتا اور ناچتا ہے اسیطرح موسم بہار میں نباتات بھی طرح طرح کے سبز و سرخ لباس پہنتی اور انواع و اقسام کی شاخیں نکالتی اور پھولوں کے ہار اور بیلوں کی بہار کی جو بنا دکھا دکھا باغ میں اتراتی ہے نباتات ہی مثل حیوانات کے نر و مادہ ہیں فارسلنا الریاح لواقح ہوا کے ذریعہ نر درخت کا اثر مادہ پر موثر ہو جاتا ہے۔

درختوں کا بہار پر آنا آن کا شباب انکی مستی جسطرح پتے نے نمو ہوتی ہے اسیطرح درخت کا سونا جاگنا بیمار رہنا تندرستی وغیرہ بھی نباتات کی شاخوں وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہے۔ جسوقت آسمان پر ابر آتا ہے درخت اور مچنے لگتا ہے اور جسوقت برستا ہے درخت سو جاتے ہیں اور پھر مطلع صاف ہوا اور پھر آنکھ کھلی۔ بعض درخت رات بھر اور بعض بارش بھر پتے بند کر لیتے اور شاخیں جھکا لیتے ہیں جسطرح کہ کڑک مرغی بچوں کے غم میں پڑ جاتی ہے وہ مضمحل سے نظر آتے ہیں مگر دھوپ کھلنے کے ساتھ ہی وہ غنچوں کیطرح خود بخود کھل جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے پرندوں کیطرح خوش و خرم لہلہاتے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور بارش اور رات میں نباتات کے سکڑنے یعنے پتوں کو بند کر لینے کی وجہ اغلب یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنی اندرونی حرارت غریزی کی حفاظت کرتی ہے مبادا کہ وہ اندرونی رطوبت کے ساتھ بھاپ بنکر اڑ جائے اور وہ اسکی تباہی کا باعث ہو۔ (باقی پھر)

ا؎ مشاہدہ کرو کہ یہ تقسیم بالکل خیالی اور وہمی معلوم ہوتی ہے۔ انسانی جسم بھی بھوگ جونی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انسان اندھا لنگڑا وغیرہ پچھلے اعمال کی پاداش سے پیدا شدہ بیان کیا جاتا ہے پس انسانی وجود اس اعتبار سے کرم جونی (بقیہ حاشیہ کالم اول) نہ رہا۔ اندھے ہے جو خطا ہوگی اسکی سزا ملنا بھی ضرور ہے کیونکہ یہ سب کام اس کی بھوگ جونی میں ہوئے ہیں اور اندھا پن اس کے بھوگ جونی ہونیکا بدیہی ثبوت ہے ویسے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ بندر طوطا مینا وغیرہ جانوروں میں نیک و بد سمجھنے بخل حرص چوری زنا ڈکیتی جملہ جرائم حیوانات میں موجود ہیں اور جب ان کو تعلیم دی جاتی ہے تو وہ اس تعلیم کے موافق عمل کرنے لگ جاتے ہیں اس اعتبار سے جسکو پنڈت صاحب نے بھوگ جونی خیال کیا ہے بھوگ جونی نہیں رہی فہم و تمیز پائے جانے کے سبب کرم جونی ہے اسکی بھی سزا انکو ملنی چاہیئے۔ بندر، طوطا وغیرہ حیوانات اکثر بنی نوع اور انسان وغیرہ کے ساتھ احسان کرتے ہیں بیشک ان کو اس کا نیک ثمر ملنا چاہیئے اور ان کا قالب حیوانی بھوگ جونی نہیں ہو سکتا بلکہ کرم جونی ہی ہے آپ کی تقسیم ہی صحیح نہیں

۲؎ جیل کی تمثیل صحیح نہیں سبب یہ کہ جس قالب میں جرم کیا اسی قالب سمیت وہ جیل میں سزا پاتا ہے دوم جیل کے عمل پر بھی سزا ہے جو قیدی جیل میں شرارت سے باز نہ آئے اسکو جیل میں بھی سزا ملتی ہے اور نیک چلن کو تخفیف دی جاتی یعنی محض قید سے اسکا وقت پورا کیا جاتا ہے (بقیہ حاشیہ کالم دوم) اور آگے کو دوسرے کی اپیل سے چھوڑ دیتے ہیں یہاں پرمیشور کی جناب میں اپیل کی سماعت نہیں اور تمثیل غلط ہونیکے علاوہ قیدی جانتا ہے کہ میں فلان جرم کی سزا پا رہا ہوں اور یہ حیوانی قالب غرضی قیدی بالکل نہیں جانتا کہ میں قیدی یا فلان جرم کی بابت گرفتار ہوں بلکہ خوشیاں مناتا اور جون چھوڑنے یعنے مرنے کو ناپسند کرتا موت سے بھاگتا اور جان چھپاتا ہے۔

پنڈت جی کی رائے غلط ہے اگر پاداش عمل ہے تو اس تناسخ کے رو سے جسکو وہ مانتے ہیں ہر قالب میں جاکر روح کو دوسری سزا کا مستحق ہونا چاہیئے کیونکہ حیوانات میں پیدا ہوکر یہ انسانی حالت سے زیادہ تر خوشیاں مناتا مزے اڑاتا نفسانی شہوانی حظ اٹھاتا ہے اور نفسانی اغراض کے روکنے سے انسان سے زیادہ غصہ لاتا اور دشمن جان ناصح ہوتا ہے تمثیل کے طور پر مثال سپرنٹنڈنٹ صاحب دہلی کے بیان کا طوطی ذرا سا منہ رکھ لیجئے اور کوئی چیز کہیئے اور طوطی (بقیہ حاشیہ کالم سوم) کو غصہ نہ کھکر پھر دیکھیئے وہ اپنے مربی کو اول بی ادبی بی کہکر کیسے پکارتا ہے اور اگر مربی نے اداد نہ دی تو کیسی کیسی صلواتیں سناتا اور غصہ لاتا ہے۔

اسی پر تمام حیوانات کو خیال فرمائیے اور تناسخ کا فرضی و وہمی ڈھکوسلا جی کر ہو لائیے۔ بھوگ یونی کی برابر عیش اور آزادانہ زندگی کرم یونی میں نہیں اس عیش کدہ اور آرام گاہ کو جیل و سزا خانہ سمجھنا دن کو رات کہنا ہے کہ درجہ کی نافہمی ہے البتہ کرم یونی کے دکھوں کو دیکھ کر اگر کوئی کہے کہ کوئی سانڈ یا گھوڑا یا گدھا یا بیل بھوگ یونی کی کرتی کا پھل بھوگنے کیلئے کرم یونی میں پیدا ہوا ہے انسان بنا کر قدرت کرنکی سزا تجویز ہوتی ہیں کبھی کہ انسان کیسا ہی بلند درجہ کا ہو پھر کسی نہ کسی دکھ میں مبتلا ہوتا اور تشدد آمیز کرمی جاتا ہے۔

ہمہ را ما شنی حسرت دنیا دیدیم
جون بر انگنہ کہ گبر و مسلمان غم ستم بہ ہم

دیکھو ثبوت تناسخ صفحہ ۱۹۷

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح اور دونو میں سے افضل کون ہے!

ہمکو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور بزرگی صاف طور پر ثابت ہے اور کسی انصاف پسند کو ہماری تحقیق سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن ہمارا اصل مدعا یہ ہے کہ حضرت مسیح ایک درویش سیرت اور بے زن و فرزند مجرد آدمی تھے اور علاوہ اسکے ان حقوق سے جو انسان کو متاہل ہونے کے بعد معلوم ہوتے ہیں محض ناواقف تھے اسی لئے انکی تعلیم میں کمال نقص اور خامی پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرلیگا" (مرقس باب ۶ آیت ۳۴) اب اگر بنی نوع انسان اس حکم کی پیروی کرتے تو آج دنیا میں سوائے تہیدستی اور فاقہ کشی کے اور کچھ نہ ہوتا اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی تعلیم سے دنیا کا انتظام کہانتک چل سکتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کی تعلیم حالت بالکل ناقص اور ناتمام تھی۔ اور وہ قوانین تمدن و سیاست سے محض ناواقف تھے اور انکی تعلیم امور انتظامیہ سے بالکل خالی تھی۔ پس اسلئے ضرور ہوا کہ ایک کامل انسان پیدا ہو کہ تمام نشیب و فراز اور حقوق عباد اور معاش و معاد کے جملہ قوانین اور قواعد اور ایمان و عرفان کے تمام مراتب و مدارج سے پورا واقف ہو آخری زمانہ میں سب نقصانوں کے پورا کرنے والا ہو تمام شرائع کی تکمیل کیلئے بھیجا جائے۔ اسکا اشارہ حضرت مسیح کی انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳ میں اشارہ کیا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کو ناقص اور نامکمل کہا اور اور یہ جتا دیا کہ میرے بعد آنیوالا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت لائیگا ہوگا اور تمام سچائی کی راہوں کا رہنما اور بنی نوع انسان کی تمام ضرورتوں کا متکفل اور تمام نقصانوں کا پورا کرنیوالا ہوگا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اسکی تعلیم میری تعلیم سے اکمل اور اتم ہوگی۔ کیونکہ وہ ساری سچائی کی راہ یعنی شریعت کاملہ لیکر آویگا اور کامل

وستاوہ * کامل علم ہوگا۔ اور میں اسکی نسبت ناقص اور کمزور ہوں کیونکہ میں ساری سچائی کی راہ تمہیں نہیں بتا سکا۔

پس حضرت مسیح کے اس ایک صاف اقرار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اور افضل ہونا ثابت ہوگیا اور اسی باب ۱۶ کی آیات ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ میں حضرت مسیح یوں فرماتے ہیں کہ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا پھر اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا گناہ سے اس لئے کہ وے مجھپر ایمان نہ لائے۔ راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے"۔

ان آیات مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے کامل طور پر اپنے حواریوں کی تسلی نہیں فرمائی بلکہ اونکو ایک اور کامل تسلی دہندہ کی امید دلائی اور یہ جتلا دیا کہ میں تسلی دینے والا یعنے کامل شفیع نہیں ہوں بلکہ میرے بعد ایک اور اولوالعزم نبی آنیوالا ہے جسکی تعلیم میری تعلیم سے کامل اور اسکی شفاعت تمام گنہگاروں کی مغفرت کا اعلےٰ وسیلہ ہوگی اور وہ بے ایمان یہودیوں کو جو مجھپر ایمان نہیں لائے اُن کے گناہ اور بے ایمانی کے باعث تقصیر وار ٹھہرائیگا اور میرے منجانب اللہ اور کلمۃ اللہ ہونیکی راستی اور صداقت کو دنیا پر ظاہر کریگا اور میرے مخالفوں کو میری راستی کے باعث جھوٹا ثابت کریگا اور یہ ظاہر کرادیگا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر آیا اور پھر ہمیشہ کیلئے اسی کیطرف چلا گیا ہوں اور جو شیطان کی اطاعت اختیار کرینگے۔ ان کو عدالت یعنے خدا تعالیٰ کی شریعت سے مجرم ٹھہرائیگا۔ پس ان تمام باتوں کو آنحضرت صلعم نے پورا کیا۔ یعنے حضرت مسیح کے مخالف بے ایمان یہودیوں کو اُن کے کفر اور گناہ کے باعث تقصیر وار اور جھوٹے ٹھہرایا اور حضرت مسیح کا منجانب اللہ اور ایک راستباز نبی ہونا اور دنیائے فانی سے متوفی ہوکر ہمیشہ

کیلئے مرفوع الی اللہ ہونا تمام جہان پر ثابت کردیا اور شیطان کے تابعداروں کو ایسا ہی اونکی شریعت کی عدالت سے تقصیر وار ٹھہرایا اور کفارہ کے گندے اور ناپاک مسئلہ سے دنیا کو نجات بخشکر نیک اعمال اور توبہ کی طرف سبکو توجہ دلائی اور بموجب آیت $\frac{۱۴}{۱۴}$ کے کہ وہ میری بزرگی کریگا آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح کی بہت بزرگی کی اور آپکی دنیا میں عزت قائم کردی۔ پس ان آیات سے حضرت مسیح کا اپنی طہارت اور عزت کیلئے اور نیز اپنے اتباع کی کامل تسلی اور کامل ایمان کیلئے آنحضرت صلعم کیطرف بہت بڑا احتیاج ثابت ہوتا ہے اور یہی آنحضرت صلعم کی فضیلت خاصہ کی دلیل ہے اور انجیل مرقس باب ۱، ۷ و ۸ میں ہے کہ یوحنا منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھسے زور آور آتا ہے اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اوس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا۔ پر وہ روح القدس سے بپتسمہ دیگا۔ اور انہیں دنوں میں ایسا ہوا کہ یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا۔

ان آیات سے ہویدا ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور باقرار یوحنا یعنی یحییٰ بن زکریا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں کیونکہ یوحنا خود کہتا ہے کہ میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اسکی جوتیوں کا تسمہ کھولوں یعنی وہ مجھسے زبردست اور زور آور معظم ہے اور میں اسقدر بھی نہیں کہ اسکی ادنےٰ خدمت بجالاسکوں کیونکہ مجھ میں اور اسمیں ایک بین فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے تمہیں صرف پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح القدس یعنی وحی پاک (قرآن کریم) سے بپتسمہ دیگا چنانچہ قرآن کریم کی آیہ کریمہ صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون اسی بپتسمہ کیطرف اشارہ کرتی ہے کہ جس کی تشریح حضرت یوحنا نبی نے اپنی اس پیشگوئی میں کی۔ یعنی اللہ کا اصطباغ اور اللہ کے اصطباغ سے کسکا اصطباغ یعنی بپتسمہ بہتر ہے اور ہم تو خاص اسی کی عبادت کرنیوالے ہیں۔

اور اس پیشگوئی کی خصوصیت آنحضرت صلعم کے ساتھ یہ ہے کہ حضرت مسیح یوحنا کے پیچھے نہیں آئے بلکہ اسوقت موجود تھے اور نہ صرف یوحنا کے معاصر بلکہ شاگرد تھے کیونکہ اس آیت میں لکھا ہے کہ یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا پس حضرت مسیح بوجہ شاگردی حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے ان سے افضل ہی نہیں ہو سکتے اور نہ بعد میں آنیوالے ہیں پس یہ پیشگوئی مختص بہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی اور اس سے فضیلت حضور صلعم کی بوجہ اتم و اکمل ثابت ہوئی

اور یہ جو لکھا ہے تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارہ یوحنا کے پاس آیا کہ اس سے بپتسمہ پاوے پر یوحنا نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھسے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ متی ۳ باب ۱۳ یہ بیان اور یوحنا کا وہ قول کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں متی ۱۱ باب ۳ باہم متعارض ہیں۔ کیونکہ انجیل متی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مسیح یوحنا سے بپتسمہ پانے کیلئے ناصرت جلیل سے یردن میں آیا اسوقت یوحنا نے یہ لفظ کہیں کہ تجھسے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں۔ اس سے کہا اور پھر اسی انجیل میں یہ لکھا ہے کہ یوحنا نے اپنی گرفتاری کے بعد قید کی حالت میں جبکہ یسوع جلیل کو چلا گیا ہوا تھا اپنے دو شاگردوں کو مسیح کے پاس بھیجکر پچھوایا کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ دیکھو متی ۱۱ باب ۱۳

پس اگر یوحنا کو مسیح کو بپتسمہ دینے کے وقت اس بات کا علم ہوتا کہ یہی مسیح ہے اور مجھ سے افضل ہے تو پھر جلیل میں اپنے دو شاگردوں کی معرفت اس سے یہ کیوں پچھوایا۔ کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ اس اختلاف سے پایا جاتا ہے کہ ان کا ایک بیان ضرور غلط ہے خواہ پہلا خواہ پچھلا اور بصورت تعارض دونو بیان ساقط الاعتبار ٹھہرینگے پس اس تناقض اور تعارض کیوجہ سے یوحنا والی پیشگوئی کا خاتم الانبیاء کے ساتھ اختصاص اور بھی بوضاحت ثابت ہوگیا۔

اور دوسری گواہی حضرت یوحنا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ ہے کہ اس نے یہودیوں کے جواب و سوال میں اپنے موعود نبی ہونے سے انکار کیا۔ یعنی وہ نبی جس کی تورات میں موسیٰ نے خبر دی تھی۔ اور یہودیوں کو برطبق پیشگوئی علاوہ مسیح کے اس موعود نبی کی انتظار تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تاکہ ہم انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو۔ اور یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے۔ یوحنا باب ۱ سے ۲۵ تک

ان آیات سے بصراحت ثابت ہے کہ یہودیوں کو ایک بزرگ اولوالعزم نبی کی انتظار تھی اور وہ اس موعود نبی کو سوا مسیح اور الیاس کے علیحدہ آنیوالا جانتے تھے۔ اور وہ نبی کہکر اوسے تعبیر کرتے تھے اور اسکی نسبت یوحنا نے انکار کیا کہ میں وہ نہیں ہوں اور نہ مسیح ہے۔ تب دونو

* نوٹ کالم اول۔ قرآن کریم میں اسکے برخلاف یہ تعلیم ہے کہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون۔ سورہ جمعہ یعنے جب تم پوری طور پر عبادت الٰہی کے حقوق پورے کر چکو تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور خدا تعالیٰ کے فضل کو ڈھونڈو یعنی جائز اور حلال طریق سے مال پیدا کرنیکی کوشش کرو تاکہ تم نجات پاؤ یعنی اپنے سارے وقت کو کمائی اور دولت کے پیدا کرنے میں مت صرف کر دو مگر بقدر ضرورت پیدا کرکے پھر خدا تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ اسمیں تم فلاح اور برکت پاؤگے + پس یہ حسن معاشرت کا کامل اور پاک طریق جس سے خدا تعالیٰ کے لازمی اور مقدم وہ جبرا الٰہی حقوق کے ادا سے ہی سبکدوشی حاصل ہوتی ہے اور دنیا جو عالم اسباب ہے اسکی ضرورتیں بھی پوری ہوتی جاتی ہیں +

یہودیوں نے تاکیداً سوال کیا کہ اگر تو مسیح بھی نہیں اور الیاس بھی نہیں ہے۔ اور وہ نبی نہیں ہے تو اور کون ہے پس اوس نے وہی جواب دیا کہ میں بیابان میں ایک پکارنیوالے کی آواز ہوں۔

پس بلاشک وہ نبی کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مخصوص ہوا۔ اور حضرت مسیح سے اس لفظ کو کچھ مناسبت نہیں کیونکہ یہود کو جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں علاوہ مسیح کے ایک اولوالعزم مرسل کی انتظار رہتی اور نبی سے وہ موسیٰ والی پیشگوئی کا موعود اور مبشر نبی مراد رکھتے تھے۔ مسیح اس پیشگوئی کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس بالضرورت ثابت ہوا کہ یہ آنحضرت صلعم کے حق میں یوحنا کی مخصوص شہادت ہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کو اب کیا ضرورت ہے؟

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مدرسہ کی ایک تازہ اور اشد ضرورت کیلئے پانچسو روپیہ کی تحریک کی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مولانا موصوف نے جن احباب کو خصوصیت کیساتھ متوجہ کیا تھا وہ توجہ کر رہے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم اپنے محترم بھائی منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹھ کی ایک تحریر شائع کرتے ہیں جو اسی تجویز کی عملی تائید ہے۔ ماسٹر صاحب اور ہمارے بھائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹھ دینی خدمات میں اپنے مال کو صرف کر کے نہیں بعضے خوشی اور لذت محسوس کیا کرتے ہیں اور کوئی ایسی تحریک نہیں ہوتی جسمیں یہ بزرگ بڑھکر حصہ نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس سے بھی بڑھکر خدمات دین کا موقع دے۔

ہم اب کسی زائد تمہید کے بدون منشی صاحب کا اصل خط جو انہوں نے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے نام بھیجا ہے شائع کرتے ہیں۔ امید ہے ہمارے وہ بزرگ احباب جن کو اس خط میں مخاطب کیا گیا ہے اس حسن ظن کو جو پہلے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اور پھر ہمارے محترم بھائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب نے انکی مالی خدمات کو لحاظ سے ان پر کیا ہے صحیح ثابت کر دکھائیں گے اور اپنے اپنے حصہ کی رقم جلدتر بھیجکر مدرسہ تعلیم الاسلام کی اس موجودہ ضرورت کو رفع کر دینگے۔ خدا تعالیٰ انکو اور ہماری ساری ...... قوم کو توفیق دے آمین

وہ تحریر یہ ہے

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

کو ایک سخت ضرورت کا پیش آنا ہم ۲۲ مئی کے پرچہ الحکم میں ظاہر کر کے مبلغ پانچسو روپیہ کی ضرورت تبلائی گئی ہے چونکہ دینی خدمات کی اشاعت کا خاص اور بڑا ذریعہ یہی مدرسہ ہے اسلیے ہماری اپنی اس معتقدانہ جماعت خاصکر صاحبان ذیل سے استدعا ہے کہ فی الحال وہی ۱۵ صاحبان جنکے نام نیچے لکھے ہیں اگر اس قابل مطلوبہ رقم کو حصہ رسدی پورا کر دیویں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف ۳۳ ہی حصہ میں آویگی جو حوصلہ مند بھائیوں کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہے۔ باقیماندہ جماعت سے جو روپیہ آویگا وہ مدرسہ کے دیگر ضروری کام میں صرف کیا جاوے۔ امید ہے کہ ہماری پیش کردہ تجویز کو ہمارے بھائی منظور فرماوینگے۔

نیاز مندان
محمد اسمٰعیل و عبدالعزیز ماسٹر ٹیلر از میرٹھ

(شیخ رحمت اللہ صاحب۔ منشی تاجدین صاحب
سید محمد حسین صاحب۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب
حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ شیخ نور محمد صاحب
منشی محمد نواب خانصاحب۔ خواجہ جمال الدین صاحب
منشی عبدالعزیز صاحب۔ محمد اسمٰعیل
شیخ عطار محمد صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب
منشی عزیز بخش صاحب۔ بابو غلام محمد صاحب۔ بابو غلام [illegible] صاحب)

مکرمی برادر مولوی عبدالکریم صاحب دام عنایتکم

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مبلغ ۶۴ خدمت عالی میں روانہ کئے جاتے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ مبلغ ۳۴ نیازمند محمد اسمٰعیل کیطرف سے اور مبلغ ۳۰ ماسٹر عبدالعزیز صاحب کی طرف سے ہے صفحہ دوئم پر جو مضمون ہے مہربانی فرما کر پرچہ الحکم میں آئندہ ہی پرچہ میں درج کرا دیجئے ہماری دلی خواہش ہے کہ وہی ۱۵ اشخاص جن کے نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں اس رقم مطلوبہ کو حصہ رسدی ادا کر دیویں۔

راقم نیاز
محمد اسمٰعیل ماسٹر ٹیلر رائل برگیڈ نمبر ۳

احباب کیخدمت میں ضروری گذارش

کچھ عرصہ ہوا کہ میاں احمد نور صاحب نور زکنقان مولانا مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانیکا اسلئے مخدومی ومکرمی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے تحریک کی تھی اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چھوٹی سی خدمت میں پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جاویگی تعمیر مکان کا کام شروع بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن آج تک جو اس تحریک پر اسکیاد سے زائد عرصہ گذر چکا ہے سوائے ان رقوم کے جنکا ذکر اس تحریک میں ہی کیا گیا تھا صرف ۳۳ روپیہ کی رقم جسمیں بڑا حصہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطار محمد صاحب اور سیر ایبٹ آباد کا ہے وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جاوے ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہے اس کے بھی برباد ہونیکا اندیشہ ہے اس کیلئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں بہت جلدی جسقدر ہو سکے روپیہ بھیجکر اس کام کے سرانجام دینے میں مدد دیں اور رقم مطلوبہ کو جس کا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہے پورا کر دیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں آئے دن دینی کاموں کیلئے چندوں کی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہے جو صاحب توفیق رکھتے ہوں وہ ضرور اس کار خیر میں حصہ لیں۔ رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہیں۔

شیخ رحمت اللہ ۱۰ شیخ عطار محمد صاحب ۱۰ چندہ معرفت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب از قادیان ۱۴ مفتی محمد صادق صاحب ۴ ہولی شیر علی صاحب ۴ میاں نواب الدین صاحب ۸ سید محمد علی شاہ صاحب نے علاوہ ۵ چندہ کے ایک کمرہ کی چھت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مولوی امام الدین صاحب مدرس گولیکی ۴ بابو شاہدین گولڑہ ۲ میاں خیرالدین گارڈ و عبدالعزیز کوہاٹ ۴ منشی نذیرالدین بھامو ۲ [illegible]

مخمس فی المدح حضرت اقدس مسیح موعود

مہدی مسعود امام الزمان بروز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان علیہ الصلوٰۃ والسلام من تصنیف ایس۔ این احمد احمدی خلف ایس۔ ایم یوسف احمدی ٹھیکیدار کمیسریٹ کیمپ انبالہ بازار توپخانہ

سلک گہر ہی رشتہ در ہی سخن میرا | گویا ہے موتیوں کا خزانہ دہن میرا
مہ گل مسیح زمان ہے چلن میرا | سرسبز یہ فضا ہے ہمیشہ چمن میرا
ملاح ہوں میں اس شہ عالیمقام کا
جو جان و تن ہی خاص رسول انام کا

یہ مصطفیٰ کے گلشن دل کی نہال ہیں | دیکھو آسمان کے یہ ماہ کمال ہیں
بلا اشتباہ و بے چون و چرا یہ ہلال ہیں | اوج آفتاب و دولت دین [illegible]
یہ مصطفیٰ کی جان کے اور دل کے چین ہیں
یہ مصطفیٰ کی جان ہیں [illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
مردود ہیں جو [illegible]
[illegible] عذاب ہے

[illegible] وقت [illegible] | آیا ہے جسکی شان میں [illegible]
قرآن میں [illegible] تفصیل ہے لکھا | یہ مرتبہ جو انکو ملا حق [illegible]
از اتباع سنت نبوی ہے بالیقین
[illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
بے مثل [illegible]
کافی یہ ہی کہ نور خدائے جلیل ہیں

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
سرگرم انکے فیض قدم سے [illegible]
اور [illegible] سے بدل کر [illegible]

اس عرض ہی نصیر [illegible] | ہے بارگاہ تیری ہمیشہ [illegible]
تیری [illegible] نہیں طاقت [illegible] | آیا ہوں تیرے در پہ [illegible]
اس [illegible] کے عوض میں مجھے یہ صلہ ملے
سایہ میں مہدی پاک کے [illegible]

امرتسر پٹھانکوٹ لائن

بٹالہ کا ریلوے سٹیشن اور کمی عملہ

الحکم کی گذشتہ اشاعت مین ہم نے ریلوے سٹیشن بٹالہ کے متعلق ایک نوٹ لکھا تھا اور محکمہ ریلوے کے اعلیٰ افسران کو توجہ دلائی تھی کہ بٹالہ کا ریلوے سٹیشن امرتسر پٹھانکوٹ لائن پر سب سے بڑا ریلوے سٹیشن ہے۔ اس لئے کہ وہ تجارت کی بڑی بھاری منڈی ہے اور بلحاظ آبادی کے بھی ایک بڑا شہر ہے۔ چنانچہ اس سٹیشن پر کام کی کثرت اور لوگوں کی آمد و رفت ہی اس امر کا موجب ہوئی تھی کہ ہم نے حکام ریلوے کو ایک تیسری ٹرین کے جاری کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور افسران بالادست نے اس ضرورت کو محسوس کرنے پبلک کے فائدہ کیلئے اولاً تیسری ٹرین صرف بٹالہ تک ہی جاری کی تھی جو اب براہ پٹھانکوٹ تک آتی جاتی ہے۔ مگر چاہئے تو یہ تھا کہ جب تیسری ٹرین بڑھائی گئی تھی جو کثرت آمد و رفت مسافران اور دیگر تجارتی امور کا باعث ہوئی تھی تو اس کے ساتھ ہی عملہ بھی کسیقدر زیادتی کیجاتی مگر افسوس ہے کہ محکمہ ریل کی کفایت شعاری اور کثرت منافع کے خیال نے غریب کلرکون پر رحم نہونے دیا۔ اسپر ہم نے الحکم کی گذشتہ اشاعت مین اس پر حکام کو توجہ دلائی کہ کم از کم بکنگ آفس مین اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کی مدد کیلئے ایک کلرک اور بڑھا دیا جاوے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کم از کم ایک زائد سنگلر دیا جاویگا۔ لیکن ابھی تک توجہ نہین کی گئی۔ اگرچہ بیچارہ اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر جہانتک اس سے ممکن ہوتا ہے وقت معینہ سے پہلے سے ٹکٹ دینے شروع کر کے گاڑی کے جانے تک ٹکٹ دیتا رہتا ہے لیکن پھر بھی اسکی مشکلات کچھ کم رحم طلب نہیں ہین۔ مسافرون کی آرام اور رفع تکالیف کیلئے از بس ضرور ہے کہ ایک زاید کلرک کم از کم بکنگ آفس مین بڑھایا جاوے ہم امید کرتے ہین کہ افسران ریلوے ہماری اس مکرر یاد دہانی پر توجہ فرمائینگے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں درمیانہ درجہ کے مسافرون اور مستورات کے گذرگاہ کیلئے بھی الگ انتظام ہونا چاہئے۔

کیا تار گھر کے اندر مکان بن گیا ہے؟

بٹالہ ریلوے سٹیشن پر سکہ حلوائی جن دو کاتا ملحقہ سرائے مین رہتے ہین ان مین سے آخری دوکان کا ایک حصہ ریلوے کی حدود کے اندر بنا ہوا معلوم ہوتا ہے تار ریلوے والون کی حدود اگر اس لائن کا ذمہ دار انجنیر اس سوال پر غور کرے گا تو کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کی توقع ہے۔

گورداسپور ریلوے سٹیشن

گورداسپور ریلوے سٹیشن کے عملہ ماتحت کو پبلک کی آسائش کا اور اپنے فرض منصبی کو مد نظر رکھکر کسیقدر مزید احتیاط سے کام کرنا چاہئے تاکہ کسی قسم کی کسی کو جائز شکایت کا موقع نہ ملے ہمارے پاس عملہ ماتحت مین سے ایک شخص کے اخلاقی برتاؤ کے متعلق ایک ناگوار شکایت آئی ہے۔ ہمارے پاس شکایت کرنے کی بجائے بہتر طریق یہ ہے کہ سٹیشن ماسٹر کو فی الفور اطلاع دیجاوے یا گارڈ کو اطلاع دیجاوے۔ اور پھر ذمہ وار افسرون کو [illegible]

چونکہ [illegible] مستورات کے گذرنے کے لئے کوئی جداگانہ انتظام نہیں اور نہ زنانہ ٹکٹ سیلر موجود ہین اس لیئے انہین لوگون سے ہر شخص کو سابقہ پڑتا ہے۔ اگر یہ لوگ دوسرے لوگون کی عزت کا پاس نہ کرین تو یہ سخت افسوس ہوتا ہے۔ اسلئے اسی جگہ پر اور بھی احتیاط چاہیئے۔

ہم امید کرتے ہین کہ سٹیشن ماسٹر صاحب گورداسپور توجہ فرمائینگے۔ ہم جب تک اصل واقعات کی تصدیق نہ کرلین اسکے متعلق خصوصیت سے کہنے کی ضرورت نہین سمجھتے بجز اس کے کہ مسافرون کی ذراسی تکلیف بھی ناقابل عفو غلطی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ہماری جان کی اور ان کی آبرو کا معاملہ ہوجاتا ہے۔ کسی کو دو منٹ دیر سے ٹکٹ ملا اور وہ بیچارہ گاڑی سے رہ گیا تو بہت سا نقصان ہوگیا۔ یا کسی عورت کو گذرتے ہوئے ناگزیر واقعہ پیش آگیا۔ پس جہانتک ممکن ہے ان لوگون کو مسافرون کی آسائش اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کا بہت ہی بڑا خیال رکھنا چاہیئے

گورداسپور ہیڈ آفس

گورداسپور کے ہیڈ آفس کے متعلق ہم بعد مین چند مضامین افسران محکمہ ڈاک کی توجہ کیلئے لکھینگے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس سلسلہ کو شروع کرین ہم صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات امرتسر ڈویژن اور پوسٹ ماسٹر گورداسپور کو توجہ دلاتے ہین کا وہ اسپر توجہ کرین

مظلومان پوسٹ آفس

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ در پارا

تمام ہندوستان کی محکمہ ڈاک کے لاکھون ملازمون کی قسمت کا مالک اور حاکم عیالداری کے ضروریات اور حوائج اور زندگی کے آسائش و آرام کیلئے ہزارون روپیہ تنخواہ پانیوالا۔ سردیون مین کلکتہ کی معتدل آب و ہوا اور گرمیون مین شملہ کی سرد اور خوشگوار موسم کے مزے اڑانیوالا۔ اعلیٰ طبقے کے جنٹلمینون اور لیڈیون کی دلفریب اور فرحت افزا سوسائٹی کا دلدادہ ایک افسر ایک ایسے بدقسمت اور بدنصیب شخص کی مصیبتون کی قدر کیا جان سکتا ہے جس نے اپنی جوانی کے بیس سال محکمہ ڈاک کی چٹھی رسانی مین گذارے ہون سات آٹھ روپیہ ماہوار مین اپنا اور اپنے بال بچون کا پیٹ پالا ہو اور بڑھاپے کے قریب آکر نا کردہ گناہ موقوف کیا گیا ہو۔ یہ بیگناہ شخص اگر اپنی مصیبتون اور اور ظلم رسیدگیون کی نسبت مسٹر فنشا صاحب بہادر سی ایس آئی ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات کی خدمت مین اپیل کرے اور ہفتون نہ مہینون تک جواب نہ آئے تو کوئی تعجب کی بات نہین۔ مسٹر فنشا کو شاید یہ خیال ہے کہ جسطرح تین چار ہزار روپیہ کی تنخواہ پانے والا افسر اپنی نصف یا نصف سے زائد تنخواہ بچا کر ضرورت کی وقت کام چلا سکتا ہے اسیطرح ایک سات یا آٹھ روپیہ تنخواہ کتنے دنون [illegible] بال بچے در بدر خراب ہونے کے لئے مہینون تک اور بہت سے [illegible] مین برسون تک اپیل کا جواب دینے کی ضرورت نہین۔

ناتک سابق چٹھی رسان کھنہ ضلع لودہیانہ حال موقوف شدہ نے اوائل فروری مین پوسٹ ماسٹر جنرل کی معرفت اپنی اپیل ڈائرکٹر جنرل کو بھیجی تھی اور افسوس کہنا چاہئے کہ مئی کا آخر ہے اور چار ماہ گذر نے آئے کہ مین کوئی جواب نہین پہونچا۔ باوجودیکہ مسٹر ولسن صاحب بہادر پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب ایک روشن ضمیر تجربہ کار اور ہمدرد افسر ہین اور باوصفیکہ انہین محکمہ ڈاک کی ملازمت مین عرصہ دراز گذر چکا ہے لیکن محکمہ ڈاک کی لغو اور فضول اور غیر مفید ضوابط احکام اور نقشہ جات وغیرہ نے کام اس قدر بڑھا دیا ہے کہ افسران بالادست کو عرضی دہندون کی عرضیان اور اپیل کنندون کے اپیل پڑھنے کی فرصت ہی نہین ملتی کلرک نوٹ لکھدیتے ہین اور انہین نوٹون پر ان پاپنہ کا حکم چڑھ جاتا ہے۔ ناتک کے مقدمہ مین جو خلاف ضابطہ اور خلاف قیاس اور خلاف کانشنس کاروائی ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسٹر ولسن نے اس کے مقدمہ کی مثل کو دیکھا ہی نہین ورنہ صاحب ممدوح ایسا صریح ظلم جو ناتک پر ہوا ہے کبھی روا نہ رکھتے۔

ہم اس مقدمہ کے حالات اور اپیل کے وجوہات آئندہ اشاعت مین درج کرینگے لیکن ہم نہایت ادب کے ساتھ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ ایسے ایسے نازک مقدمات اور علی الخصوص چٹھی رسانون اور چھوٹے چھوٹے ملازمون کی اپیلیں صرف کلرکون کے نوٹ پر فیصلہ کرنا داخل انصاف نہین ہے۔ آنریبل سر ڈینزل ابٹسن سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اپنے عہد مین سکلرٹرون کو بالکل منع کر دیا تھا کہ جو مسلہ جات ان کی پیشی مین آئین ان پر کوئی نوٹ درج نہ کیا جاوے اور جہان تک ہمارا خیال ہے ان کا زمانہ پنجاب کی تاریخ مین آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ (زمیندار)

روپیہ اُڑ گیا

ہم نے الحکم میں جب ڈاکخانہ کے محکمہ کے متعلق بعض مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا تو اس میں سے پہلا مضمون ہم نے نوٹ سسٹم کے متعلق لکھا تھا کہ نوٹ سسٹم کا استعمال بعض غریب کلرکوں اور دوسرے ماتحتوں کو سخت نقصان پہونچا دیتا ہے۔

اس کے ضمن میں ہم نے دیوی دتا مل ایک کلرک کا ذکر کیا تھا اس ذکر کے ساتھ ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا تھا کہ اس بیچارے کو ہی مضامین کا محرک سمجھا جاوے گا حالانکہ ہماری اس بیچارہ سے کوئی خط و کتابت یا راہ و رسم بھی نہ تھی اور نہ ہے۔ آخر جس خطرہ کا ہمکو اندیشہ تھا وہ سفیا سامنے ہو کر رہا۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ دیوی دتا مل الحکم کے مضامین کا محرک تھا بلکہ وہ ایک آفت میں مبتلا ہو گیا ہے اگرچہ ہم ابھی تک اس کے متعلق کہنے کیلئے تیار نہیں کہ حق کیا ہے؟ کیونکہ تحقیقات ہو رہی ہے۔ جتنے مونہہ اتنی ہی باتیں بن رہی ہیں۔ آج ہم فی الحال اس مقدمہ کا مختصر سا تذکرہ اور عام حالات بتاتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ بسانگوٹ سے ایک تھیلہ ڈاک کا بند شدہ ذونیرہ کے نام کاربوے سٹیشن ٹیہالکو پر آیا جہاں دیوی دتا مل متعین تھا اس میں ایک کیش بیگ معمولہ ایک سو چالیس روپیہ بھی تھا۔ دیوی دتا مل نے اس تھیلہ کو کھولنے کی بجائے عام قاعدہ اور اعتبار کے موافق اس کو ایک صندوق میں رکھ دیا جس کے اوپر لالہ گنپت رائے انسپکٹر ڈاکخانجات کی کرسی بچھی ہوئی بیان کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہیں تھے آخر جب ڈاک کی روانگی کا وقت آیا تو دیوی دتا مل نے انسپکٹر صاحب کی کرسی اٹھا کر تھیلا نکال کر حوالہ ڈاک کیا۔ اس ڈاک کے ہمراہ تانگہ پر انسپکٹر صاحب اور بعض ملازمان ڈاکخانہ اور شاید ایک ڈپٹی انسپکٹر بھی سوار ہوئے۔ ذونیرہ پہونچ کر وہ روپیہ اس تھیلہ سے کہا جاتا ہے برآمد نہیں ہوا۔ اس پر اسوقت جو معمولی اطلاع کے کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی۔ بعد میں سنا ہے پولیس نے تلاشی لی مگر کچھ برآمد نہیں ہوا۔ پھر دیوی دتا مل نے دفتر کی بعض شکایات کے متعلق پی ایم جی کو لکھا اور اپنے پاس کسی تحریری ثبوت نا واجب سختی کے ہونے کا حوالہ دیا

جس پر پی ایم جی صاحب نے اپنا ایک پرنسپل اسسٹنٹ وہاں بھیجا اور سپرنٹنڈنٹ کی موجودگی میں وہ تحریری ثبوت اس سے لیا گیا اور دیوی دتا مل اب معطل ہے پھر دوبارہ پولیس نے تلاشی لی۔ مگر کچھ برآمد نہیں ہوا مقدمہ تفتیش کے لئے حوالہ پولیس ہے۔ دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ واقعات عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں ہم تفصیلی واقعات اور اصل واقعات کو لکھنے کیلئے کسی واقف کار کو توجہ دلاتے ہیں۔

تفصیل واقعات کے موصول ہونے پر اس معاملہ پر پوری روشنی ڈالی جا سکے گی اور ہم اپنی رائے کے اظہار کے بھی قابل ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسپکٹر صاحب نے جبکہ انکو معلوم ہو گیا تھا کہ روپیہ گم ہو گیا ہے اسی وقت چاہئے تھا کہ واپس آکر تفتیش کرتے مگر اس وقت انہوں نے واپس آنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال اس وقت تک ہوائی تیر ہیں ہم لالہ گنپت رائے صاحب انسپکٹر سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ اگر نامناسب نہ ہو تو وہ اصل حالات سے ہمکو شکر گذاری کا موقع دیں۔

(باقی پھر)

مظلومانِ پوسٹ آفس

دوسری جگہ ہم نے نانک بخش مظلوم سابق چٹھی رسان ڈاکخانہ لکھنہ کے مقدمہ کے حالات بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا جو درج کئے جاتے ہیں۔

نانک بخش چٹھی رسان بائیس سال کا ملازم تھا اور دو سال کا ل سے ڈاکخانہ لکھنہ میں کام کرتا رہا تھا۔ وقوعہ مقدمہ سے پہلے جس کا ذکر ہم آگے کریں گے وہ نہایت نیک نام رہا۔ سب پوسٹ ماسٹران لکھنہ اور انسپکٹران کی سب ڈویژن نے اس کے کام کی نسبت پہلے کبھی شکایت نہ کی سو اس کی سروس بک ہمیشہ بے داغ رہی لیکن جب لالہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر نے ڈاکخانہ لکھنہ کا چارج لیا تو اس کو نانک سے ایک قسم کی عداوت پیدا ہو گئی۔

نانک اس نفرت اور کدورت کی وجہ بتلاتا ہے کہ چونکہ لچھمن داس ہندو تھا اور کھانا پکانا شادی کی وجہ سے کوئی نیچ کا ملازم نہ رکھ سکتا تھا اسکی قدرتی خواہش یہ ہوئی کہ نانک بخش مسلمان کی جگہ کوئی ہندو چٹھی رسان ہو جو اس کے پرائیویٹ کام مثلاً پانی لانا کھانا پکانا بھی

کر سکے۔ آتے ہی سب پوسٹماسٹر نے اس کے کہنا شروع کیا کہ اپنی تبدیلی کی درخواست کرے لیکن نانک کو بھی عرصہ دراز کی سکونت کی وجہ سے لکھنہ کے ساتھ دلبستگی ہو گئی تھی اور اس لئے وہ تبدیلی کی درخواست خود بخود نہ کر سکا۔ علاوہ ازاں اس نے یہ بھی خیال کیا کہ خود بخود تبدیلی کی درخواست کر دینے سے وہ سفر خرچ اور ٹرنزٹ پے سے محروم ہو جائے گا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ نانک کا بیان یا خیال کہاں تک صحیح ہے مگر بتیس۳۲ سالہ ملازمت محکمہ ڈاک کے تجربہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکثر سب پوسٹماسٹر اور پوسٹ ماسٹر بھی ساتھی اور ہرکاروں سے پرائیویٹ کام لیتے ہیں پانی بھرواتے اور کھانا پکواتے ہیں اور اس لئے پوسٹماسٹر اور سب پوسٹماسٹر ہندو وں کو پسند کرتے ہیں یہ کسی مذہبی تعصب سے نہیں۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ ہم مذہب ماتحتوں سے افسروں کے پرائیویٹ کاروبار میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ ہندو پوسٹماسٹر اور سب پوسٹ ماسٹر چھوت چھات کے زیادہ قائل ہوتے ہیں، اس قسم کی سہولتوں کے قدرتی طور پر زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں اور اس لئے ممکن ہے کہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر لکھنہ کی یہ خواہش ہو کہ نانک بخش مسلمان چٹھی رسان کی بجائے کوئی ہندو چٹھی رسان آ کر لگے۔

بہر صورت باہمی کدورت اور نفرت کی کوئی وجہ ہو لچھمن داس نے ...... جون سنہ ۱۹ء کی صبح کو اس عذر پر (خواہ وہ عذر صحیح تھا یا بناوٹی) کہ نانک دیر سے حاضر ہوا ہے اس کو مارا اس مارپیٹ میں رول چوبی سے اس کا ایک دانت بھی توڑ دیا اور دفتر سے نکال دیا۔

اور سنا جاتا ہے کہ بذریعہ تار کے صاحب سپرنٹنڈنٹ علاقہ کو اسکی شکایت کر دی۔ نانک بخش نے جب دیکھا کہ اسے مارپیٹ بھی ہوئی ہے اور رپورٹ بھی کی گئی ہے۔ تو بقول مرتا کیا نہ کرتا اس نے تھانہ میں جا کر اپنی رپورٹ درج روزنامچہ کرا دی۔ بعد تحقیقات موقعہ اور شہادت ڈاکٹر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بہ علت ضرب شدید زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند لچھمن داس کا چالان کر دیا اور لچھمن داس نے اس مقدمہ کی جوابدہی کے لئے ڈہائی ماہ کی رخصت حاصل کی۔ حالانکہ اس کام کیلئے صرف ہفتہ دو ہفتہ کی رخصت کافی تھی۔

اس مقدمہ میں لکھنہ کی تحصیل اسسٹنٹ جو عیسائی تھے دوکانداروں اور ساہوکاروں نے اور ڈاکخانہ کے ہرکاروں نے لچھمن داس کے خلاف شہادت دی مگر نانک کی بدقسمتی کہ لالہ سنت رام صاحب مجسٹریٹ نے تمام معززین کی گواہی کو غیر معتبر اور غیر مستند

خیال فرما کر نانک کے استغاثہ کو خارج کر دیا ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ پر سیر اپنی رائے مفصل آئندہ لکھیں گے فی الحال اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ لالہ سنت رام صاحب کی عدالت نے لچھمن داس سب پوسٹماسٹر کے بیان کو معتبر خیال کیا اور ایسا کرنے کے وجوہات جو درج فیصلہ ہیں وہ بہت قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتیں لیکن تعجب تو یہ ہے کہ پوسٹماسٹر جنرل صاحب بہادر پنجاب نے اس فیصلہ کو صحیح باور کر کے یہ حکم دیا کہ چونکہ نانک بخش کی غلط رپورٹ کی وجہ سے لچھمن داس کو ڈہائی ماہ کی رخصت بلا تنخواہ لینی پڑی اور اس سے اس کا ڈیڑھ سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ لہٰذا یہ ڈیڑھ سو روپیہ نانک بخش ادا کرے اور جب تک نہ ادا کرے بحال نہ کیا جائے۔

نانک چٹھی رسان عیالدار آدمی تھا سات آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا تھا۔ پچھلے پانچ سات سال کی قحط سالیوں کی وجہ سے ایک حبہ بھی پس انداز نہ کر سکا اس لئے اتنی گران رقم کا یکمشت ادا کرنا اسکی طاقت اور استطاعت سے خارج تھا اور اگرچہ کسیطرح بھی وہ اس رقم کے ادا کرنے کا ذمہ وار ہو سکتا تھا۔ تاہم احکم حاکم مرگ مفاجات اس کی بہت سی عذر و معذرت اور منت و سماجت کے بعد یہ درخواست کی کہ یہ رقم ایک دو روپیہ ماہوار کی قسط سے اسکی تنخواہ سے وضع کیجائے۔

آخرش پوسٹماسٹر جنرل صاحب نے نانک بخش کو سال ڈیڑھ سال کی معطلی کے بعد صدل حکمی کے جرم میں موقوف کر دیا۔ پوسٹماسٹر جنرل کے اس خلاف انصاف خلاف قانون اور خلاف مقتضائے رحم فیصلہ پر بھی ہم اپنی رائے کا اظہار کسی آئندہ موقعہ پر ملتوی کرتے ہیں۔ اور صرف اس اطلاع پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں کہ مظلوم نانک نے پوسٹماسٹر جنرل صاحب کے فیصلہ کی اپیل جناب ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند کو چار ماہ سے بھیجی ہے۔ لیکن تا حال جواب نہیں آیا۔

ہمارے دفتر کی فروختنی کتابیں

سلک مروارید ... ۳ر
الانذار ... ۳ر
تفسیر القرآن پارہ اول
برہان الحق
نمونہ قرآن مجید و سیارہ
انجیل مرقس کی تحقیق
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ... ۲ر
حضرت اقدس کی پورانی تحریریں
اصلاح التنظر
حضرت اقدس کی تقریر اور خط
تفسیر سورۃ تبت ... ۲ر
النصح ... ۲۰ر
رپورٹ جلسہ سالانہ ... عصر

دفتر الحکم قادیان سے طلب کرو۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان مطبع کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا